

جامعہ حقانیہ کاترجمان

سہیل
سرگودھا

الحقانیہ

مجلہ

ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ فروری ۲۰۱۵ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

فہرست

| | |
|----|--|
| 3 | محقق اہل سنت کا سانحہ ارتحال..... مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم |
| 12 | درس حدیث..... حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ |
| 14 | ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ..... حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمہ اللہ تعالیٰ |
| 16 | سانحہ پشاور پر پوری قوم سوگوار..... حضرت مولانا محمد ازہر مدظلہم |
| 21 | عمر رفتہ کی چند یادیں..... فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ |
| 40 | یادگار واقعات..... مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم |
| 48 | تعارف کتب..... ع-ن-ت |

خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فاسٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

نوٹ: رسالہ کے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0301-4843429

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر: 0301-0331-6769897

کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

محقق اہل سنت رحمہ اللہ تعالیٰ کا سانحہ ارتحال

۸ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ بدھ کی رات گیارہ بجے برخوردار عبدالقدیر سلمہ نے اطلاع دی کہ حضرت مولانا محمد نافع صاحب انتقال فرما گئے ہیں معاً مفتی طاہر مسعود صاحب مدظلہ (سرگودھا) کے فون سے بھی اس خبر کی توثیق ہوئی جس پر یقین کئے بغیر اب کوئی چارہ نہ تھا ان اللہ وانالیہ راجعون ان اللہ ما اخذ ولہ اعطی وکل عندہ باجل مسمیٰ۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم و مغفور کے درجات بلند فرماویں اور پسماندگان کو صبر و اجر عطا فرمائیں، آمین۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ آج سے ایک صدی قبل ۱۳۳۵ھ بمطابق ۱۹۱۵ء میں حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مرحوم کے گھر پیدا ہوئے انہوں نے ۱۹۱۴ء میں جب حج کیا تو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کا سفر اس زمانہ میں اونٹ پر ہوتا تھا آپ نے جس شتر بان سے اونٹ کرایہ پر لیا تھا اس کا نام نافع تھا حج سے واپسی جب ۱۹۱۵ء میں حق تعالیٰ نے آپ کو فرزند عطا فرمایا تو اس کا نام آپ نے اپنے شتر بان کے نام پر محمد نافع رکھا، بفضلہ تعالیٰ آگے چل کر آپ اس نام کے پورے مصداق اور اسم با مسمیٰ ثابت ہوئے وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۛ

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۳ء میں حفظ قرآن کریم آپ نے والد گرامی سے کیا، دینی کتب کی ابتدائی تعلیم حضرت مولانا اللہ جوایا شاہ صاحب اور اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب سے حاصل کی پھر مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد محمدی شریف ضلع

جھنگ، واں پچھراں ضلع میانوالی، موضع انی ضلع گجرات میں مایہ ناز اساتذہ کرام سے درس نظامی پڑھا اور معقولات کی اونچی کتابوں کی تکمیل کی۔

آخر میں آپ دورہ حدیث شریف کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۳ء میں حضرت شیخ الادب مولانا اعجاز علی صاحب، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا مفتی ریاض الدین صاحب، مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ سے کتب حدیث شریف پڑھ کر فراغت حاصل کی اس کے بعد دارالعلوم جامعہ محمدی میں سلسلہ تدریس شروع فرمایا۔

۱۹۴۷ء میں تنظیم اہل سنت والجماعت سے وابستہ ہوئے اور رافضیت کے خلاف علمی و تحقیقی کام کیا، تنظیم کے رسالہ ہفت روزہ ”الدعوة“ اور چوکیہ سے شائع ہونے والے ماہنامہ ”الفاروق“ کے لئے علمی مضامین تحریر فرمائے۔

۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا اور پس دیوار زنداں قید بھی رہے بعد ازاں اپنے استاذ کرم حضرت مولانا احمد شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ اور ہدایات کے موافق ”رحماء بینہم“ کے عنوان پر تحقیقی کام کیا، مذہب اہل سنت کی حقانیت اور اہل تشیع کے رد میں آپ نے متعدد علمی تحقیقی تالیفات تحریر فرمائیں جن سے عوام و خواص ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں گے۔

احقر ناکارہ نے حضرت مولانا مرحوم و مغفور کا نام تو بہت پہلے سن رکھا تھا کیونکہ احقر کے برادر معظم حضرت مولانا عبد الصبور صاحب ترمذی مرحوم دارالمبلغین کوٹ ادو میں ان سے استفادہ کر چکے تھے اور وہ ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے لیکن زیارت پہلی مرتبہ اس وقت ہوئی جب آپ ۱۹۸۴ء میں مدرسہ علوم شرعیہ جھنگ میں علماء کرام کو درافضیت کورس پڑھانے کے لئے وہاں تشریف لائے، دن کو حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نبیرہ حضرت مولانا عبد العظیم صاحب لکھنوی دامت برکاتہم درس

دیتے اور بعد ظہر حضرت مولانا محمد نافع صاحب کا درس ہوتا۔ یکم شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ بروز جمعرات مدرسہ علوم شرعیہ کے سالانہ امتحان کے لئے حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے احقران کے ہمراہ تھا، احقر نے دونوں حضرات کے درس میں شرکت کی اس طرح پہلی مرتبہ حضرت سے قدرے استفادہ اور زیارت کا موقع حاصل ہوا، فللہ الحمد ولہ الشکر۔

بعد میں حضرت کی محققانہ تالیفات و تحقیقات نافعہ سے خوب استفادہ کا موقع ملا اور متعلقہ موضوع سے متعلق حضرت کی تحقیق انیق کو حرف آخر پایا، آپ کی نافع اور مفید تالیفات مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین، حدیث ثقلین، رجاء پیغمبر، مسئلہ اقربا پروری، حضرت سفیان اور ان کی اہلیہ، بنات اربعہ، سیدنا علی المرتضیٰ، سیرت سیدنا امیر معاویہ، فوائد نافعہ وغیرہ میں سے ہر کتاب اور ہر تصنیف لطیف ایک سے ایک بڑھ کر ہے حضرت نے جس موضوع پر قلم اٹھایا صحیح بات یہ ہے تحقیق کا حق ادا کر دیا، فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

حضرت نے اپنی تالیفات میں اہل سنت والجماعت کے عقائد حقہ مسلک حق کی حقانیت اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے باہمی گہرے دوستانہ تعلقات و مراسم کو واضح دلائل سے ثابت کرنے کے ساتھ ان پر کئے گئے شبہات و اعتراضات کے مسکت و مدلل جواب بھی عنایت فرمائے ہیں اور پھر کمال یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہم محبت و مودت کو آپ نے فریق مخالف کی معتبر کتب کی صریح اور واضح عبارات سے ثابت فرما کر تمام شبہات کا قلع قمع فرما دیا ہے۔

پھر خوبی یہ ہے کہ آپ نے جوابی کارروائی میں جو انداز اختیار فرمایا ہے وہ نہایت مدلل محققانہ اور ناصحانہ ہے مخالف سے مخالف بھی اگر بنظر انصاف اس کا مطالعہ کرے تو وہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اس طرح فرق ضالہ کی تردید میں آپ کے قلم نے جادہ مستقیم سے سر موخرا ف نہیں کیا، بلا مبالغہ تردیدی مضامین جواد لہم بالتسی ہی احسن

اور قولاً لہ قولاً لینا اور آپ کی ذات گرامی صحیح معنی میں محقق اہل سنت اور وکیل صحابہ کی مصداق ہے فللہ درہ و علی اللہ اجرہ۔

آپ کی جملہ محققانہ کتب سے اہل علم عوام و خواص اپنے اور پرانے برابر استفادہ کر رہے ہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ امت کو ان سے بہت فائدہ اور نفع پہنچ رہا ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ آخرت میں آپ کے رفع درجات کا سبب ہوگا۔

آپ کی بے نظیر عمدہ اور تحقیقی تصنیف لطیف ”رحماء بینہم“ کی علمی دنیا میں دھوم مچی ہوئی ہے، احقر نے حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم سے براہ راست سنا ہے کہ: ”اس موضوع پر دنیا کی کسی بھی زبان میں ایسی کتاب نہیں لکھی گئی۔“

اس لئے حضرت عثمانی مدظلہم نے اس سے استفادہ فرمایا اور عرب ممالک میں استفادہ کے لئے اس کا عربی ترجمہ بھی کروادیا ہے جواب شائع ہو چکا ہے۔

ایک مرتبہ عزیز ماسٹر منزل حسنین ساکن گروٹ نے حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”فیض الباری“ شرح بخاری کی ایک عبارت کی طرف متوجہ کیا جسے اہل تشیع اپنے عقیدہ باطلہ تحریف قرآن کی تائید میں پیش کرتے ہیں احقر نے حضرت والد صاحب سے استفادہ کے بعد اس عبارت کی وضاحت میں ایک تحریر لکھی جس سے روافض کے اعتراض کا جواب بخوبی ہو جاتا تھا لیکن احقر کا یہ جواب قدرے طویل تھا ”فیض الباری“ کی یہی عبارت جب عزیز موصوف نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے بڑا ہی مختصر جواب تحریر فرمایا جو ماقبل و دل کا مصداق تھا اس سے عبارت کا حل بھی ہو گیا اور اہل تشیع کا اعتراض بھی ساقط ہو گیا ذیل میں ”فیض الباری“ کی اصل عبارت اور اس پر اشکال اور حضرت مولانا کا جواب نقل کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین بھی حضرت کے جواب سے مستفید ہوں۔

فیض الباری کی اصل عبارت یہ ہے:

واعلم ان فی التحریف ثلاثۃ مذاہب، ذہب جماعۃ الی ان التحریف فی کتب السماویۃ قد وقع بكل نحو فی اللفظ والمعنی جمیعاً وهو الذی مال الیہ ابن حزم وذہب جماعۃ الی ان التحریف قلیل ولعل الحافظ بن تیمیۃ جنح الیہ وذہب جماعۃ الی انکار التحریف اللفظی راساً فالتحریف عندهم کلہ معنوی قلت یلزم علی هذا المذہب ان یكون القرآن ایضاً محرفاً فان التحریف المعنوی غیر قلیل فیہ ایضاً، والذی تحقق عندی ان التحریف فیہ لفظی ایضاً اما انہ عن عمد منهم اولمغلطۃ فاللہ تعالیٰ اعلم بہ۔ (فیض الباری ص ۳۹۵ ج ۳ ط دار المامون)

اس عبارت میں جملہ والذی تحقق عندی ان التحریف فیہ لفظی ایضاً سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی (نعوذ باللہ) قرآن کریم میں لفظی تحریف کو ثابت فرما رہے ہیں۔

حضرت مولانا مرحوم اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

”فیض الباری کی جو عبارت آپ نے تحریف کے متعلق لکھی ہے اس میں کلمہ ”التحریف فیہ لفظی ایضاً الخ“ اس کلمہ میں فیہ کی ضمیر کا مرجع اوپر کتب سماویہ مذکورہ مراد ہیں اور تذکیر بتاویل مذکور ذکر کرنا درست ہے، لہذا معترض کا اعتراض ساقط ہے اور علماء اہل سنت میں سے کوئی بھی قرآن کریم میں تحریف لفظی کا قائل نہیں ہے۔“

اس جواب لا جواب سے اصل اعتراض ہی ختم ہو جاتا ہے اس لئے کہ ”فیض الباری“ کی اس عبارت میں قرآن کریم سے متعلق گفتگو نہیں ہو رہی بلکہ کتب سماویہ میں تحریف کی بحث چل رہی ہے، کیونکہ اس عبارت کا تعلق قرآن کریم میں تحریف سے نہیں بلکہ کتب سماویہ میں تحریف سے ہے، کتب سماویہ میں تحریف سے متعلق کئی مذاہب میں سے ایک مذہب یہ ہے کہ ان میں صرف معنوی تحریف ہوئی لفظی نہیں ہوئی۔ حضرت علامہ انور شاہ اس مذہب کو رد فرما رہے ہیں کیونکہ اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سے قرآن پاک میں

تحریف لازم آتی ہے، اس لیے آپ نے وعندی ان التحریف سے فرمایا کہ کتب سماویہ میں صرف تحریف معنوی نہیں بلکہ تحریف لفظی بھی کی گئی ہے، اس توجیہ کے بعد قرآن کریم میں تحریف کا کوئی احتمال باقی نہیں رہتا۔

اب رہا یہ اشکال کہ اگر کتب سماویہ مراد ہوتی توفیہ کی بجائے فیہا ہونا چاہئے تھا کماہو مقتضی القواعد تو اس کا جواب حضرت نے اپنی تحریر بالا میں دے دیا ہے کہ بتاویل مذکور فیہ صحیح ہے۔ بلاشبہ حضرت کی مختصر سی عبارت نے مسئلہ حل کر دیا اور اب کوئی شبہ باقی نہ رہا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین شریفین کے متعلق ہمارے اکابر کے ہاں احوط مسلک یہی ہے کہ سکوت اختیار کیا جائے اور عندا محققین ان کے ہاں راجح مسلک ایمان اور نجات کا ہے۔ حضرت مولانا مرحوم نے اس سوال کے جواب میں اسی محتاط مسلک کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا:

”ابوین شریفین کے ایمان کے متعلق گزشتہ علماء کرام کی تحریروں میں اختلاف پایا جاتا ہے، جس کو اس مسئلہ کی خواہش ہو وہ سلف کی کتابوں میں یہ بحث نفیاً و اثباتاً اٹھا کر دیکھ لے، ہمیں اپنے اساتذہ حدیث کی طرف سے نصیحت کی گئی ہے کہ اس مسئلہ میں کف لسان کی جائے اور اس میں بحث کرنے سے زبان کو روکا جائے۔“

ایک مرتبہ بندہ آپ کی خدمت میں محمدی شریف بھی حاضر ہوا۔ احقر اس روز چنیوٹ سے حاضر خدمت ہوا تھا عزیز محترم مولانا شکیل احمد سلمہ بھی احقر کے ساتھ تھے حضرت نے بڑی شفقت فرمائی اور کافی دیر تک گفتگو فرماتے رہے احقر ناکارہ کو بڑا وقت عنایت فرمایا اور احقر کے سوالات کا بڑی شفقت سے جواب مرحمت فرماتے رہے۔ اپنی کتاب ”رحماء بینہم“ سے متعلق حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کے گرامی نامہ کا تذکرہ بھی بڑے عجیب انداز سے فرمایا، حرف حرف سے تواضع ٹپک رہی تھی بڑائی کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ تھا۔

احقر کے استفسار پر فرمایا کہ جس زمانہ میں میں نے دیوبند پڑھا حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ قید میں تھے اس لئے ہم حضرت سے نہ پڑھ سکے ہم نے حضرت شیخ الادب مولانا اعجاز علی صاحب اور حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ اساتذہ کرام سے پڑھا اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین کنڈیاں میرے ہم سبق ہیں ہم کافی دیر حضرت کی خدمت میں بیٹھے رہے اور پھر دعاؤں کی درخواست کے بعد اجازت لے کر واپس ہوئے۔

احقر پہلی دفعہ حضرت والد صاحب کی معیت میں ہی آپ سے ملا تھا حضرت مولانا نے حضرت والد صاحب کا بڑا اکرام فرمایا اور بڑی تواضع سے ملے دونوں بزرگوں کی ملاقات کا منظر دیدنی تھا احقر اس سے بڑا متاثر ہوا، حضرت والد صاحب ان کی کتب اور ان کی تحقیقات کے بڑے مداح تھے اور حضرت کی گونا گوں اوصاف سے منصف شخصیت کی بڑے تعریف فرماتے تھے اور حضرت بھی حضرت والد ماجد کے قدردان اور ان کی تحقیق کے معترف تھے آپ کی کئی کتابیں ان کی نظر سے گذری تھیں ان کی بڑی تعریف فرماتے تھے ان کی وفات پر آپ نے احقر کو جو تعزیت نامہ لکھا اس میں تحریر فرمایا:

”حضرت مولانا صاحب ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال کی اطلاع ہوئی (ترجیع) یغفر اللہ له ویدخله فی جنات النعیم حضرت موصوف و مرحوم سلف صالحین کی یادگار تھے کبار علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا صاحب تصانیف تھے۔ ان کے ارتحال سے علم کا ایک تحقیقی دور ختم ہو گیا۔“

احقر نے کتاب ”تذکرہ حضرت مدنی“ جب آپ کو بھیجی تو آپ نے اسے بہت پسند فرمایا، احقر نے ایک عریضہ میں اس کتاب پر تاثرات قلم بند کرنے کی درخواست بھی کی تھی لیکن کمزوری اور عدم الفرستی کی وجہ سے اس کی نوبت نہ آئی۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو حق تعالیٰ نے طویل عمر عطا فرمائی اور ان سے دین کی

خدمت کا بڑا کام لیا، آپ کی شخصیت اہل حق کے جملہ مکاتب فکر کے لیے محبوب شخصیت تھی سب ہی آپ کے قدردان اور چاہنے والے تھے، دور دور سے لوگ زیارت، استفادہ اور اجازت حدیث کے لیے حاضر ہوتے تھے، آپ ان پر بڑی شفقت فرماتے، دعائیں دیتے اور انہیں علم سے خوب سیراب کرتے۔

برخورداران عبدالناصر و عبدالملک سلمہما اجازت حدیث کے لیے حاضر ہوئے انہیں اجازت بھی عطا فرمائی اور خوب تواضع بھی فرمائی، انتہائی ضعف کی وجہ سے اس وقت آپ لیٹے ہوئے تھے کمزوری کی وجہ سے اس وقت بیٹھنا مشکل ہو رہا تھا آپ کا یہ عذر انتہائی معقول تھا اس کے باوجود آپ نے اس پر بڑے متواضعانہ انداز میں معذرت فرمائی، انہوں نے جب احقر کا سلام عرض کیا اور دعا کے لیے کہا تو آپ نے ان کے ذریعہ احقر کو درج ذیل شعر کی صورت میں یہ پیغام بھیجا۔

نہ گلم نہ برگ سبزم نہ درخت سایہ دارم

در حیرتم کہ دہقاں بچہ کارکشت مارا

اس سے آپ کے مقام فنا، تواضع، فروتنی، مسکنت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے تھے اور دراصل عارفین کے نزدیک اصل مقام یہی ہے کما قیل۔

تو دروغم شو وصال این ست و بس

گم شد گم کن کمال این ست و بس

برخورداران نے جب حضرت کا یہ پیغام احقر کو سنایا احقر پر بڑا اثر ہوا اور ساتھ ہی میں نے ان سے کہا کہ اگر میں وہاں موجود ہوتا تو اس کے جواب میں یہ عرض کرتا۔

تو گلی و برگ سبزی و درخت سایہ داری

در حیرتم کہ گفتم بچہ کارکشت مارا

لیکن افسوس کہ ان کی زندگی میں اس کی نوبت نہیں آئی۔ اب وفات کے بعد ان کے جنازہ میں شرکت کے موقع پر ان کے جسم خاکی کے سامنے زبان پر بار بار یہی شعر آ رہا تھا جو یقیناً حسب حال تھا۔

جنازہ میں اتنا بڑا اجتماع عند اللہ آپ کی مقبولیت کی علامت معلوم ہو رہا تھا، کہاں کہاں سے اہل علم طلبہ و عوام جوق در جوق جنازہ میں شرکت کی سعادت کے حصول کے لیے پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت سمیت سب شرکاء کی مغفرت فرمائے، جامعہ حقانیہ کے طلبہ و اساتذہ کرام نے بھی جنازہ میں شرکت کی برخورداران و برادران احقر کے ساتھ تھے، جنازہ جانشین خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہم نے پڑھایا۔

اب آخر میں دعا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائیں، آپ کی تالیفات اور اولاد صالحہ و تلامذہ کو آپ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، آمین۔ فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی

۳۶/۳/۱۳ھ جنوری ۲۰۱۵ء

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

(۷) انسان دو چیزوں سے مرکب ہے، ایک جسم جو ظاہر ہے اور نظر آتا ہے، دوسری روح جو اگرچہ آنکھوں سے نظر نہیں آتی لیکن اسکے ہونے کا ہم سب کو یقین ہے، پھر انسان کے ان دونوں چیزوں کا باہمی تعلق اس دنیا میں اس طرح ہے کہ تکلیف و مصیبت، یا راحت و لذت کی جو کیفیت یہاں آتی ہے وہ براہ راست جسم پر آتی ہے اور روح اس سے تبعاً متاثر ہوتی ہے مثلاً: انسان کو چوٹ لگتی ہے، وہ زخمی ہوتا ہے، یا مثلاً وہ کہیں آگ سے جل جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ چوٹ اور آگ کا تعلق براہ راست اس کے جسم سے ہوتا ہے، لیکن اس کے اثر سے روح کو بھی دکھ ہوتا ہے، اسی طرح کھانے پینے سے جو لذت حاصل ہوتی ہے، وہ بھی براہ راست جسم ہی کو حاصل ہوتی ہے، لیکن روح بھی اس سے لذت حاصل کرتی ہے۔

الغرض! اس دنیا میں انسان کے وجود اور اس کے حالات میں گویا جسم اصل ہے اور روح اس کے تابع ہے، لیکن قرآن و حدیث میں عالم برزخ کے متعلق جو کچھ بتلایا گیا ہے اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں معاملہ اس کے برعکس ہوگا، یعنی اس عالم میں جس پر جو اچھی بری بات و ارادت ہوگی وہ براہ راست اس کی روح پر ہوگی، اور جسم اس سے تبعاً متاثر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے (شاید اسی لیے کہ اس حقیقت کا سمجھنا ہمارے لیے آسان ہو جائے) اس دنیا میں بھی اس کا ایک نمونہ پیدا کر دیا ہے، اور وہ عالم رویا یعنی خواب ہے عقل و ہوش رکھنے والا ہر انسان اپنی زندگی میں بار بار ایسے خواب دیکھتا ہے جن میں اس کو بڑی لذت ملتی ہے، یا بڑی تکلیف ہوتی ہے لیکن خواب میں یہ لذت یا تکلیف براہ راست دراصل روح کے لیے ہوتی ہے، اور جسم تبعاً اس سے متاثر ہوتا ہے یعنی خواب میں آدمی مثلاً جب یہ دیکھتا ہے کہ وہ کوئی لذیذ کھانا

کھارہا ہے، تو صرف یہ ہی نہیں دیکھتا کہ میری روح ہی کھارہی ہے یا خیالی قوت ہی کھارہی ہے بلکہ اس وقت وہ یہی دیکھتا ہے کہ بیداری کی طرح وہ اپنے اس جسم والے منہ سے کھارہا ہے جس سے روزانہ کھایا کرتا ہے، اسی طرح خواب میں اگر وہ یہ دیکھتا ہے کہ کسی نے اس کو مارا، تو وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس کی روح کا مارا گیا، بلکہ وہ اس وقت یہی دیکھتا ہے کہ مارا اس کے جسم پر پڑی ہے اور اس کے جسم پر اس وقت ویسی ہی چوٹ لگی جیسی بیداری میں مار پڑنے سے لگتی ہے، حالانکہ واقعہ میں جو کچھ گزرتا ہے وہ خواب میں دراصل روح پر گزرتا ہے، اور جسم اس سے بے اثر ہوتا ہے، البتہ کبھی کبھی جسم کا یہ تاثر اتنا محسوس ہو جاتا ہے کہ آدمی بیدار ہونے کے بعد جسم پر اس کے نشانات اور اثرات بھی پاتا ہے۔

الغرض! نیند کی حالت میں اچھے یا برے خواب دیکھنے والے شخص پر جو کچھ گزرتا ہے اس کی نوعیت یہی ہے کہ وہ براہ راست اور اصلی طور پر روح پر گزرتا ہے اور جسم پر اس کا اثر تبعاً پڑتا ہے، اسی لیے خواب دیکھنے والے کے قریب والا آدمی بھی اس کے جسم پر کوئی واردات گزرتے ہوئے نہیں دیکھتا، کیونکہ ہم اس دنیا میں کسی انسان کے ان ہی حالات کو دیکھ سکتے ہیں جن کا تعلق براہ راست اس کے جسم سے ہو۔ پس عالم برزخ میں (یعنی مرنے کے بعد سے قیامت تک کے دور میں) اچھے برے انسانوں پر جو کچھ گزرنے والا ہے (جس کی بعض تفصیلات آگے آنے والی حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں) اس کی نوعیت بھی یہی ہے کہ وہ اصلی طور پر اور براہ راست روح پر گزرے گا، اور جسم تبعاً اس میں شریک ہوگا۔ اور عالم رویا (خواب) کے تجربات کی روشنی میں اس کو سمجھ لینا کسی سمجھنے والے آدمی کے لیے زیادہ مشکل نہیں ہے۔

امید ہے کہ اس دنیا، اور عالم برزخ کے اس فرق کو جان لینے کے بعد وہ عامیانہ اور جاہلانہ شبہے اور وسوسے پیدا نہ ہوں گے جو قبر کے سوال و جواب اور عذاب و ثواب کی حدیثوں کے متعلق بعض ضعیف الایمان اور کم عقل لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ (معارف الحدیث)

مرسلہ: بندہ محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

از الکلام الحسن بقلم: حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ

امام احمد بن حنبل نے اللہ تعالیٰ سے خواب میں استفسار عرض کیا کہ آپ کا قرب کس چیز سے زیادہ ہوتا ہے؟ فرمایا قرآن شریف پڑھنے سے، امام احمد نے پوچھا بفہم او بلا فہم (یعنی سوچ سوچ کر پڑھے تب قرب بڑھتا ہے یا بلا سوچے پڑھنے سے بھی) تو جواب ملا بفہم و بلا فہم (یعنی سوچ سمجھ کر پڑھنے سے بھی اور بلا سوچے پڑھنے سے بھی) فرمایا بڑے بننے کا طریقہ یہ ہے کہ چھوٹا بنے پھر خود بخود اس میں یہ اثر ہے کہ بڑا بن جائے گا مگر بڑے بننے کی نیت نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ سلاطین اور مشائخ کی فضیلت میں ایسی توہزاروں حکایات منقول ہیں کہ انہوں نے تواضع کی مگر کسی نے ان کے تکبر کی حکایات مدح میں نقل نہیں کیں، اور اس میں ذلت نہیں ہے، ذلت کی حقیقت صرف عرض حاجت ہے، پس بوجھ اٹھانا یا گاڑھا پہننا وغیرہ ذلت نہیں ہے۔

فرمایا استغناء اور کبر میں بڑا فرق ہے، کبر تو مذموم ہے اور استغناء محمود ہے مگر غلو استغناء میں بھی اچھا نہیں، البتہ علوی الاستغناء یعنی اہل کبر کے مقابلہ میں عالی دماغی اچھا ہے اور خلوسب سے اچھا ہے یعنی کسی طرف بھی التفات نہ ہو۔

فرمایا تعویذات میں اصل تو حروف والفاظ ہیں جو پڑھے جائیں مگر جو لوگ نہیں پڑھ سکتے ان کے واسطے ان حروف کا بدل یہ نقوش ہیں جیسا کہ حصین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے ومن لم یعقلها کتبھا فی صک وعلقھا فی عنقہ۔

فرمایا مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ جب رامپور تشریف لے گئے آپ کو نواب کلب علی خاں والی رامپور نے بلایا، مولانا نے جواب دیا کہ میں ایک دیہاتی آدمی ہوں،

آداب شاہی سے ناواقف ہوں اس واسطے آپ کو میرے آنے سے تکلیف ہوگی، انہوں نے کہا ہم خود آپ کا ادب کریں گے نہ کہ آپ سے ادب کا مطالبہ کریں، ضرورت شریف لائیے مجھ کو بے حد اشتیاق ہے، اس پر مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا سبحان اللہ اشتیاق تو آپ کو اور ملنے کو میں آؤں دعا کرو کہ مجھے بھی اشتیاق پیدا ہو جائے پھر ملاقات کر لوں گا۔

فرمایا جھوٹ تو سیاہ ہوتا ہے خدا جانے اس محاورہ کی کیا وجہ ہے کہ یہ سفید جھوٹ ہے کیونکہ معاصی سب ظلمات ہیں۔

فرمایا صاحب ”الیواقیت“ نے لکھا ہے کہ صوفی کی حقیقت عالم باعمل ہے، کیسی جامع تفسیر ہے۔

فرمایا تصوف جب بگڑتا ہے تو یا جنون ہو جاتا ہے یا زندقہ بن جاتا ہے کیونکہ لطیف شے جب بگڑتی ہے تو اتنی ہی زیادہ خراب اور فاسد ہو جاتی ہے۔

فرمایا طالب کا دعویٰ مقصود سے مانع ہے نہ کہ معین اور جالب، چنانچہ بعض لوگ خطوط میں اپنے کمالات ظاہر کرتے ہیں مثلاً خط عربی میں لکھ دیتے ہیں تو یہ ایک دعویٰ ہے جو مانع مقصود ہوتا ہے کیونکہ مصلح پر اس کا برا اثر ہوتا ہے۔

فرمایا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے دریافت کیا کہ ہندوستان میں جمعہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟ فرمایا جیسے جمعرات کی نماز پڑھنا۔ اسی طرح کسی نے شاہ صاحب سے سوال کیا کہ فاحشہ عورت کا جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ فرمایا اس کے آشناؤں کا کیسے جائز سمجھتے ہو۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو سائل کے فہم کی موافق جواب دینے میں اللہ تعالیٰ نے کمال عطا فرمایا تھا۔

فرمایا آج کل عورتیں میمیں بن گئیں اور مرد ایم۔ اے بن گئے۔

فرمایا حقائق میں افراط و تفریط ہو گئی ہے، اگر ادب کرتے ہیں تو تکلف کرنے لگتے ہیں اور بے تکلفی کرتے ہیں تو گستاخی کرنے لگتے ہیں گویا کہ اعتدال کوئی چیز ہی نہیں۔

حضرت مولانا محمد ازہر مدظلہم

سانحہ پشاور پر پوری قوم سوگوار

۲۳ صفر ۱۴۳۶ھ (۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء) کو صوبائی دارالحکومت پشاور میں ورسک روڈ پر واقع آرمی پبلک سکول پر دہشت گردوں نے حملہ کر کے ۱۳۳ بچوں سمیت ۱۱۴ افراد کو شہید اور ۱۱۲ افراد کو شدید زخمی کر دیا۔ اس سانحہ نے خیبر سے کراچی تک ہر دل کو غمگین اور ہر آنکھ کو اشکبار کر دیا ہے۔ مذکورہ آرمی سکول میں کم وبیش اڑھائی ہزار بچے زیر تعلیم ہیں، جن میں درجنوں طلبہ کی شہادت نے پورے ملک میں صف ماتم بچھا دی ہے۔

اس سانحہ کو ملکی تاریخ کا بدترین سانحہ قرار دیا جا رہا ہے۔ سفاک قاتلوں نے دہشت گردی کے لیے ایک ایسے دن کا انتخاب کیا جس دن قوم سقوط مشرقی پاکستان کے حوالے سے بھی دل گرفتہ اور غم زدہ ہوتی ہے۔ یوں اس سانحہ کا غم دو چند اور زخم مزید گہرا ہو گیا ہے۔ معصوم طلبہ پر اس بزدلانہ حملے کے خلاف پوری قوم متحد و یک زبان ہے۔ ملک کے مذہبی، سیاسی اور سماجی حلقوں نے باہمی اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس ظالمانہ فعل کی شدید مذمت کی ہے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مرکزی قائدین، مجلس علمائے اسلام (مسلمک اہل سنت والجماعت دیوبند سے وابستہ جماعتوں کے اتحاد)، مولانا فضل الرحمن، مولانا سمیع الحق، مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور اہل سنت والجماعت کی قیادت نے اس دلخراش سانحہ کو اسلامی و انسانی تعلیمات و روایات کے خلاف قرار دیا ہے اور قوم کے ساتھ تین روزہ سوگ میں شرکت کا اعلان کیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب و معاشرہ بچوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنانے کی اجازت نہیں دیتا۔ جن سفاک قاتلوں نے اس ظالمانہ اور انسانیت سوز فعل

کا ارتکاب کیا ہے وہ کسی رعایت کے مستحق نہیں، ان مجرموں کے علاوہ ان خفیہ چہروں کو بے نقاب کرنا بھی ضروری ہے جو مقامی عناصر کو اپنے مذموم مقاصد اور پاکستان کو کمزور اور غیر محفوظ کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ اقوام متحدہ، امریکا، یورپی یونین، بھارت، جرمنی، فرانس، افغانستان، ایران، چین اور برطانیہ سمیت مختلف ممالک اور عالمی شخصیات نے ہمارے ساتھ اظہار ہمدردی کیا ہے اور اس حملے کو وحشیانہ اور غیر انسانی قرار دیا ہے، لیکن ہمیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ خطے میں ہمارے ارد گرد ایسی طاقتیں موجود ہیں جنہیں پاکستان کی ترقی، استحکام اور مامون و محفوظ ہونا پسند نہیں، ہمارے پڑوس افغانستان میں نیٹو افواج اور طالبان ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہیں، دوسری طرف بھارت خطے میں برتری حاصل کرنے کے لیے کئی خفیہ اور علانیہ ایجنڈوں پر عمل پیرا ہے، امریکی اور بھارتی خفیہ ایجنسیوں کے مقامی افراد کے ساتھ ساز باز اور تعلقات کے واقعات منظر عام پر آچکے ہیں۔ اس لیے اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے ساتھ ساتھ ہمیں اسلام دشمن بیرونی طاقتوں سے بھی ملکی سلامتی کے لیے چوکس رہنے کی ضرورت ہے۔

دہشت گردوں کے اس حملے نے اس حقیقت کو بالکل عیاں کر دیا ہے کہ ان حملہ آوروں کا اسلام اور اسلامی تعلیمات سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ ان میں سے اگر کوئی اسلام کا نام استعمال کرتا ہے تو وہ پوری قوم کے ساتھ خود کو بھی دھوکہ دیتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق عین حالت جہاد میں کافروں کے بے گناہ بچوں اور عورتوں کا قتل بھی حرام ہے۔ حدیث کی تمام کتابوں میں صراحت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و ارشادات موجود ہیں۔

ابوداؤد شریف میں روایت ہے:

قد نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن قتل النساء والصبيان واصحاب الصوامع من الرهبان المنقطعین للعبادة۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (حالت

جہاد میں بھی) عورتوں، بچوں اور عبادت گاہوں میں مصروف عبادت افراد کے قتل سے منع فرمایا ہے۔

مسند احمد میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر روانہ کرتے وقت ارشاد فرمایا:

لَا تَقْتُلُوا الذَّرِيَّةَ فِي الْحَرْبِ - لڑائی میں چھوٹے بچوں کو قتل نہ کرنا۔ کسی شخص نے اس پر سوال کیا: اولیس ہم اولاد المشرکین کیا وہ مشرکین کی اولاد نہیں ہیں؟ (یعنی ان کا قتل جائز ہونا چاہیے) اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اولیس خیار کم اولاد المشرکین کیا تمہارے بہترین لوگ بھی مشرکین کی اولاد نہ تھے؟۔

اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے کہ غیر محاربین (جنگ میں شرکت نہ کرنے والی) عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور عبادت میں مصروف افراد کو قتل کرنا ناجائز و حرام ہے۔

تاہم شدید غم اور صدمہ کے اس موقع پر بھی اس حقیقت کا اعادہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان اسباب و محرکات پر بھی غور کیا جائے، جو لوگوں کو دہشت گرد بناتے ہیں، بنیادی طور پر احساس محرومی، قانونی راستے سے حقوق کے تحفظ میں ناکامی اور حصول انصاف سے مایوسی اور ناامیدی دہشت گردی کو جنم دیتی ہے۔ غربت، استحصال اور معاشی محرومی بھی آتش انتقام کو بھڑکاتی ہے، قومی نا انصافی اور فرقہ واریت کی زیادتی بھی دہشت گردی کا سبب بن جاتی ہے۔ بد قسمتی و بے تدبیری کی وجہ سے یہ تمام محرکات ہمارے ملک میں موجود ہیں، اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مشکلات کی اصل بنیاد تلاش کرتا ہے اور اصل مرض کی تشخیص کر کے اس کے علاج کی طرف اولین توجہ دیتا ہے۔

عرب جاہلیت سے زیادہ دہشت گردی اور لاقانونیت شاید ہی تاریخ میں کہیں رہی ہو جہاں معمولی بات پر ایک سو بیس، تیس سال تک لڑائیاں جاری رہتی تھیں، لیکن

اسلام نے نہایت خوبی سے اس کا علاج کیا اور انہی لوگوں کو جن کی وحشت ضرب المثل تھی پوری دنیا میں امن کا پیا مبر بنا کر کھڑا کر دیا۔ اسلام کو یہ کامیابی اس لیے ملی کہ اس نے ان اسباب و عوامل پر توجہ دی جو انسان کو قتل و غارت گری اور دہشت گردی پر ابھارتے ہیں، سب سے زیادہ جو چیز انسان کو دہشت گردی پر ابھارتی ہے وہ معاشی محرومی کا احساس ہے۔ اسلام نے اولاً تو آخرت کا یقین پیدا کیا اور دنیا کی نعمتوں اور لذتوں کو ایک فانی اور آنی جانی چیز قرار دیا، جب انسان کے دل میں متاع دنیا کی محبت کم ہو جائے اور اس کی بے ثباتی کا یقین بیٹھ جائے تو وہ دنیا کی محرومی میں آخرت کی سرفرازی تلاش کرنے لگتا ہے، یہ احساس اسے اہل ثروت کے خلاف بغاوت پر نہیں اکساتا بلکہ وہ اپنے فقر و فاقہ اور افلاس میں ایک لذت اور حلاوت محسوس کرتا ہے۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم متمول اور خوش حال تھے جبکہ بعض پر فاقے گزر جاتے تھے، لیکن اس عہد میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ معاشی طور پر کمزور افراد نے مال داروں کے خلاف کوئی جلوس نکالا ہو یا احتجاج کیا ہو، اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ اسلام نے میراث، زکاۃ، صدقات کی فرضیت سود کی حرمت اور ذخیرہ اندوزی کی ممانعت کے ذریعہ سے ایسا نظام وضع کر دیا تھا کہ جو اہل دولت میں انفاق کا جذبہ پیدا کرتا تھا اور غرباء کو محرومی کے احساس سے محفوظ رکھتا تھا۔

معاشی عدل و انصاف کا یہ عالم تھا کہ ایک مقدمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

”فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دوں گا۔“

اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

”ان کے مال بھی ہمارے مالوں کی طرح اور ان کی جانیں بھی ہماری جانوں کی

طرح محترم ہیں“ دمائہم کد مائنا و اموالہم کاموالنا۔

خلاصہ یہ کہ سیاسی، معاشی اور معاشرتی بے انصافیوں کے تذکرے سے بھی دہشت گردی کی لعنت ختم کرنے میں بہت مدد مل سکتی ہے۔

آرمی پبلک سکول پشاور پر دہشت گردانہ حملہ کرنے والے اور کرانے والے اگر مسلمان ہیں تو انہیں یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اسلام میں اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ ایک شخص کے جرم کا بدلہ دوسرے سے لیا جائے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ: لا تنزروا زرعہ و زر اخری (سورۃ الفاطر آیت ۱۸) یعنی کوئی شخص دوسرے کے جرم کا ذمہ دار نہیں۔

وطن عزیز میں اس وقت کئی ماہ سے جاری سیاسی بحران اور دھڑنا سیاست بھی دہشت گردوں کو فی الجملہ موقع فراہم کرتی ہے، اس لیے کہ سیکورٹی فورسز اضافی ذمہ داریوں کے باعث پوری یکسوئی سے سیکورٹی فرائض انجام نہیں دے پاتیں۔

اس ساری صورتحال میں یہ ایک پہلو قابل اطمینان ہے کہ تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں نے وزیراعظم کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اپنے اختلافات پس پشت ڈالتے ہوئے آل پارٹیز کانفرنس میں شرکت کی ہے، خدا کرے کہ قائدین ملک سے دہشت گردی کے قلع قمع کرنے اور وطن کو امن کا گہوارہ بنانے میں کامیاب ہوں، آمین۔

ہم سانحہ پشاور کے متاثرہ سوگوار خاندانوں کے لیے دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہیں، حق تعالیٰ شانہ اس عظیم صدمہ پر انہیں صبر و ہمت عطا فرمائیں اور ان کے معصوم بچوں کو ان کے لیے ذخیرہ آخرت اور ذریعہ شفاعت بنائیں۔ آمین۔

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

عمر رفتہ کی چند یادیں

خودنوشت حالات: فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد ۱۳۹۷ھ بمطابق ۱۹۷۷ء میں جب ماہنامہ ”البلاغ“ کراچی کی طرف سے ”مفتی اعظم نمبر“ شائع کرنے کا اعلان ہوا تو اس میں حضرت مفتی اعظم کے خلفاء کے حالات پر بھی ایک مضمون شامل کرنا ضروری تھا اس کے لیے جناب محترم قاری فیوض الرحمن صاحب مدظلہم نے حضرت کے خلفاء سے رابطہ فرما کر ان پر ایک مضمون تحریر فرمایا، اسی سلسلہ میں انہوں نے حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی مکتوب لکھا اس کے جواب میں آپ نے اپنے حالات پر مشتمل جو مضمون تحریر فرمایا ”البلاغ“ کے ”مفتی اعظم نمبر“ میں اس کو شائع کر دیا گیا، اب وہی مضمون عنوانات کے اضافہ کے ساتھ قارئین ”الحقانیہ“ کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

حالات لکھنے کا مقصد

مکرمی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ ملا اپنے حالات کیا لکھوں کیا میں اور کیا میرے حالات۔ وجودک ذنب لایقاس بہ ذنب، جس کو فنا کا سبق پڑھایا گیا ہو وہ اپنے وجود ہی کو گناہ سمجھتا ہے حالات کا کیا ذکر۔

البتہ اپنے نسب اور روحانی بزرگوں اور اکابر کا مختصر حال عرض کرتا ہوں، اس کے ضمن میں اس ناکارہ آوارہ کے بھی کچھ حالات آجائیں گے یہ بھی اول تو آپ کی طلب کی بنا پر تطیب قلب مسلم کی نیت سے گوارہ کیا جا رہا ہے دوسرے یہ طبع بھی ہے کہ ان مقبولین کے ذکر کے ساتھ اس ناکارہ کا نام بھی آئے گا تو ان کی برکت سے کام بن جائے گا ورنہ صحیح بات یہی ہے کہ اپنی زندگی کے ۵۵ سال کی طرف جب نظر کرتا ہوں تو سوائے حسرت اور ندامت کے کچھ اور نہیں پاتا اس لیے سلسلہ اشرفیہ کی طرف اس ناکارہ کے انتساب سے سلسلہ کے لیے تو سوائے بدنامی کے اور کچھ حاصل نہیں ہے مگر اپنے لیے اس کو ذریعہ

سعادت اور وسیلہ نجات تصور کرتا ہوں ورنہ صحیح بات یہی ہے کہ ”من آنم کہ من داعم“ کہنے کا حق بھی اس ناکارہ کو نہیں پہنچتا کہ اس سے بھی ایک گونہ معرفت نفس کا دعویٰ اور پھر حسب ارشاد: من عرف نفسه فقد عرف ربه معرفت رب کا دعویٰ مترشح ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ فنا کے سبق کے ساتھ دعوے کا کوئی جوڑ نہیں۔

ولادت

اس ناکارہ کی ولادت اپنی تنہیال موضع اژدن ریاست پٹیالہ میں ۱۱ رجب المرجب ۱۳۴۱ھ کو ہوئی عبدالشکور نام رکھا گیا بعد میں تاریخی نام ”مرغوب النبی“ نکالا گیا۔ وطن

اصل وطن ضلع کرنال کی تحصیل کیتھل کا قصبہ گمتھلہ گڈھو تھا۔

آباء واجداد

حضرت والد ماجد کا نام نامی اور اسم گرامی مولانا مفتی سید عبدالکریم صاحب گمتھلوی ہے۔ دادا مرحوم کا نام جناب حکیم محمد غوث صاحب ہے آپ دہلی کے سند یافتہ اپنے علاقہ کے حاذق اور مشہور طبیب تھے فارسی میں بڑا ذوق حاصل تھا اور دہلی کے مشہور نقشبندی خاندان میں شاہ ابوالخیر صاحب سے بیعت تھے۔ احقر کے پردادا مولانا شاہ عبداللہ صاحب حضرت شاہ احمد سعید صاحب مجددی نقشبندی دہلوی کے خلیفہ مجاز اور صاحب نسبت اور صاحب علم بزرگ تھے، حضرت موصوف کو علم باطن کے ساتھ ظاہری علوم میں بڑی دستگاہ حاصل تھی، تفسیر حقانی کے مصنف مولانا عبدالحق صاحب ہمارے بڑے دادا مرحوم کے تلامذہ میں سے تھے، ہمارے خاندانی بزرگوں میں سے علاقہ پنجاب سے مولانا عبداللہ شاہ مرحوم ہی نے گمتھلہ گڈھو میں سکونت اختیار فرمائی تھی اصل آباء واجداد ضلع سرگودھا کے ہی رہنے والے تھے، سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں ترند سے جو سادات کا قافلہ ہندوستان میں آیا تھا اس میں ہمارے آباء واجداد بھی شامل تھے اسی نسبت سکونت کے

اظہار کے لیے گمٹھلہ کے کاغذات سرکاری میں ہمارے اجداد کے نام کے ساتھ سید ترمذی لکھا ہوا ہے اور احقر نے بھی حضرت والد صاحب کے مشورہ سے ترمذی کو اپنے نام کے ساتھ جز بنالیا ہے۔

تذکرہ حضرت مفتی سید عبدالکریم گمٹھلوی

حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ زمانہ حال کے چوٹی کے مشہور و معروف اکابر علماء میں سے تھے، آپ کا صاحب تصنیف و تالیف ہونے کے علاوہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے خاص صحبت یافتہ اور دربار اشرافیہ کے حاضر باش قابل اعتماد اہل فتویٰ لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ دونوں کے زیر سایہ رہ کر علوم باطنی اور ظاہری کی تکمیل کی سعادت والد مرحوم کو حاصل ہوئی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ خاص مولانا عبد العلی صاحب سے مدرسہ عبدالرب دہلی میں حدیث کا استفادہ کیا تھا، حضرت والد ماجد حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت تھے اور اپنے پیرومرشد کے زیر سرپرستی تدریسی تالیفی اور فتویٰ نویسی وغیرہ کی مختلف خدمات عرصہ دراز تک انجام دیتے رہے، بہشتی گوہر، بیان القرآن اور حیلہ ناجزہ کی نظر ثانی اور تالیف میں حضرت حکیم الامت کے شریک کار رہے ہیں اس لیے اس ناکارہ نے بھی جب ہوش سنبھالا اور آنکھیں کھولیں تو خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر کا مقدس ماحول سامنے تھا جہاں ہر چہار طرف دیانت و تقویٰ کے مجسمے اور طہارت و صفائی کے پتے نظر آتے تھے جدھر دیکھو دین کی چلتی پھرتی تصویریں نظر آتی تھیں۔

خانقاہ تھانہ بھون اور ابتدائی تعلیم

اس ناکارہ کی ابتدائی تعلیم اور معمولی نوشت خانقاہ کے مدرسہ امداد العلوم میں ہی ہوئی تھی، پہلے خلیفہ اعجاز احمد صاحب مرحوم سے ناظرہ قرآن پڑھا اور اس کے ساتھ ہی

ماسٹر عبدالقادر صاحب بنگالی سے اردو علماء اور حساب کی تعلیم حاصل کی اور حضرت مولانا سراج احمد صاحب امر وہی رحمہ اللہ تعالیٰ سے خانقاہ کا نصاب بہشتی زیور وغیرہ پڑھا اس کے بعد ساڑھے گیارہ سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرنا شروع کیا جو محمد اللہ اڑھائی سال میں پورا ہو گیا اس طرح ۱۴ سال کی عمر میں مذکورہ ابتدائی تعلیم خانقاہ تھانہ بھون میں حاصل کرنے کا موقع اس ناکارہ کو عطا فرمایا گیا۔

حضرت والد ماجد خانقاہ کے جس مکان میں قیام پذیر تھے اس مکان کی دیوار حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بڑے مکان کے ساتھ مشترک تھی اور اس میں ایک چھوٹا دروازہ آمد و رفت کے لیے کھلا ہوا تھا اس لیے اس ناکارہ کی حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکان میں ہر وقت آمد و رفت تھی اور بچوں کی طرح آنا جانا تھا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عنایات اور شفقت چونکہ حضرت والد ماجد پر بے انتہا مبذول تھیں اس وجہ سے ہم نا اہلوں پر بھی بے سبب عنایات کا نزول رہتا تھا۔ اس ضمن میں چند واقعات قابل ذکر ہیں جن کو بھلایا نہیں جاسکتا۔

حضرت تھانوی کا معانقہ فرمانا

(۱) جب حضرت والد ماجد دوسرے سفر حج سے واپسی پر تھانہ بھون حاضر ہوئے تو یہ ناکارہ سفر حج میں بھی ساتھ تھا اور ملاقات کے لیے بھی حضرت والد ماجد کے ساتھ تھانہ بھون میں حاضر ہوا تھا، خوب یاد ہے کہ گرمی کا زمانہ تھا ظہر کے وضو کے لیے حضرت حکیم الامت لوٹا اٹھائے ہوئے اپنی سہ دری سے خانقاہ کے کنویں کی طرف تشریف لارہے تھے اور بدن مبارک پر کرتا نہیں تھا۔ ادھر سے ہم دونوں باپ بیٹا سہ دری کی طرف جا رہے تھے، درمیان میں ملاقات ہو گئی حضرت والد صاحب نے معانقہ فرمایا اس ناکارہ نے بھی سلام عرض کر کے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو حضرت نے یہ فرما کر کہ تم نے کیا خطا کی! اس ناپاک کو بھی اپنی طرف کھینچ کر اپنے سینہ سے لگا لیا، رحمۃ اللہ رحمة واسعة۔

واقعہ نکاح

(۲) جب یہ ناکارہ حضرت حکیم الامت کی وفات سے تقریباً اڑھائی ماہ پہلے غالباً جمادی الاول ۱۳۶۲ھ پانی پت سے بغرض ملاقات تھانہ بھون حاضر ہوا۔ اس سفر میں اتفاقاً جلسہ سہارنپور سے حضرت والد صاحب اور چچا عبدالرحیم مرحوم کا ساتھ ہو گیا تو حضرت حکیم الامت تھانوی نے ملتے ہی حضرت والد ماجد سے دریافت فرمایا کہ عبدالشکور کہاں ہے؟ والد صاحب نے عرض کیا کہ وہ خانقاہ میں ہے تو فرمایا کہ: کیا اس کی شادی ہو گئی؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا کہ: کہیں نسبت ہو گئی ہے؟ عرض کیا کہ ہاں! اس کے چچا کے ہاں نسبت ہو چکی ہے۔ فرمایا چچا کہاں ہے؟ عرض کیا وہ بھی خانقاہ میں ہیں۔ فرمایا پھر نکاح میں کیا دیر ہے، چنانچہ شام کی مجلس میں حضرت والا قدس سرہ نے نکاح پڑھا دیا ان دنوں مفتی جمیل احمد صاحب کے مکان میں مجلس ہوا کرتی تھی بوجہ ضعف حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ خانقاہ تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔

جذبہ خدمت اور حضرت تھانوی کی اصلاح

(۳) ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت عشاء کے لیے وضو فرما رہے تھے اور گرمی کے موسم میں ہم کئی بچے حضرت کو دستی پنکھا جھلا کرتے تھے اب ہماری اس پر ضد بن گئی کہ وضو کے بعد حضرت کا لوٹا کون اٹھا کر اس کی مقررہ جگہ پر رکھے۔ اس ناکارہ نے جلدی کی اور لوٹا اٹھانا چاہا مگر فوراً ہی محسوس ہو گیا کہ ابھی ایک پاؤں دھلنے سے رہ گیا ہے، حضرت نے بھی عاجلانہ خدمت کو محسوس فرمایا اس پر حضرت نے خوب ڈانٹا اور تنبیہ فرمائی جو ساری عمر کے لیے سبق بن گیا۔

حضرت تھانوی کی اصلاح اور اظہار مسرت

(۴) ایک مرتبہ حضرت تھانوی ظہر کا وضو فرما رہے تھے، اس ناکارہ کا گزر حضرت کے پاس حوض کی پٹری پر ہوا تو آواز دے کر فرمایا کہ جاؤ دیکھو مولوی شبیر علی اپنے کمرے میں ہیں، یہ احقر گیا وہ تھے نہیں مگر اس ناکارہ کی غفلت سے اس طرح کہا گیا کہ حضرت سمجھے

کہ وہ موجود ہیں، اس پر خوب تنبیہ فرمائی کہ کلام میں احتیاط ضروری ہے، جب دوسرا آدمی بات کو سمجھا نہیں تو کلام مفید کیسے ہوا، اور اس سے مخاطب کو پریشانی اور ایذا بھی ہوتی ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایذاء مسلم سے بچانے کا بڑا اہتمام تھا اگلے روز پھر اس پر عمل کرایا گیا، جب اس نااہل نے پوری بات اچھی طرح کی تو حضرت نے مسرت سے فرمایا ہاں! یوں بولا کرتے ہیں۔ حضرت کے ان الفاظ کی لذت یاد آنے پر آج تک دماغ میں محسوس ہوتی ہے۔

سفر حجاز

پندرہ سال کی عمر میں فارسی کی کتابیں حضرت والد صاحب مرحوم سے پڑھ لی تھیں کہ حضرت والد صاحب کو ۱۳۵۶ھ میں مع اہل و عیال دوسری مرتبہ سفر حج کا موقع میسر آیا۔ یہ ناکارہ بھی ہمراہ رہا۔ آٹھ ماہ مدرسہ علوم الشریعہ مدینہ منورہ میں والد صاحب مدرس حدیث و فقہ رہے، یہ ناکارہ بھی مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتا رہا۔ وہاں والد صاحب مرحوم سے ابتدائی عربی کتب اور قاری اسعد وغیرہ سے مشق قرآن اور تجوید کی مختصر کتابیں پڑھیں۔ رمضان المبارک میں شیخ القراء حسن صاحب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ”مقدمہ الجزریہ“ کا درس دیا کرتے تھے اس ناکارہ کو اس میں بھی شرکت کی سعادت حاصل رہی۔ دوسرے حج کے بعد حجاز سے واپسی ہوئی، والحمد للہ علیٰ ذلک۔

عربی تعلیم

عربی تعلیم کی ابتداء تو مدینہ منورہ ہی میں ہو چکی تھی وہاں سے واپسی پر قصبہ راجپورہ ریاست پٹیالہ کے عربی مدرسہ میں (جو کہ حضرت والد صاحب کے زیر اہتمام چل رہا تھا) مولانا سمیع اللہ خان صاحب مدظلہ علی گڑھی فاضل دیوبند سے عربی کتابیں صرف تمام اور نحو ہدایۃ النحو تک، فقہ میں منیۃ المصلیٰ اور نور الایضاح تک، منطق میں صغریٰ تیسیر المنطق، ادب میں مفید الطالبین اور روضۃ الادب فتح العرب اور مولانا مشتاق احمد چرتھالی کے بعض

رسائل صرف نحو عربی کے بھی پڑھے۔ پھر انبالہ چھاؤنی کے مدرسہ معین الاسلام میں مولانا محمد متین صاحب خطیب مدظلہ اور حضرت مولانا محمد مبین صاحب مرحوم سے کتب عربیہ متوسط قدوری، کنز، کافیہ، شرح جامی، شرح تہذیب، اصول الشاشی، نور الانوار، فحۃ الیمین پڑھیں۔

سبعہ قراءات

اس کے ساتھ سبعہ قراءت کی عربی کتاب ”شاطبیہ“ والد صاحب سے اس طرح پڑھی کہ ہر ہفتہ جمعہ کے دن اس کا سبق ہوتا تھا، اکثر تو حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ شاہ آباد سے یا راجپورہ سے انبالہ چھاؤنی تشریف لے آیا کرتے تھے ورنہ ہم شاہ آباد چلے جایا کرتے، حافظ محمد سلیمان صاحب بھی سبق میں شامل تھے۔

بعد ازاں شیخ القراء مولانا قاری محی الاسلام صاحب کی خدمت میں پانی پت حاضری ہوئی، اور حضرت موصوف کو بطریق جمع الجمع پورا قرآن پاک سبعہ میں سنایا اور سبعہ میں نقل بھی کیا، نیز شاطبیہ بھی دوبارہ سنائی۔ اس کے بعد حضرت قاری فتح محمد صاحب مدظلہ و حال مقیم مکہ مکرمہ سے ”درة المضية“ قراءت ثلاثہ میں پڑھی اور ”شاطبیہ“ کا بعض حصہ اور ”مقدمہ جزریہ“ پورا سنایا۔ اس کے بعد بزمانہ قیام دارالعلوم دیوبند جناب قاری حفظ الرحمن صاحب تلمیذ خاص حضرت قاری عبدالرحمن صاحب الہ آبادی سے بھی مشق کی اور ”طبۃ النشر فی قراءات العشر“ کا بعض حصہ پڑھا۔

تکمیل علوم

پانی پت سے فراغت کے بعد والد صاحب مرحوم نے شاہ آباد ضلع کرنال مدرسہ حقانیہ میں اپنے پاس بلا لیا اور حسامی، شرح وقایہ، ہدایہ اولین، قطبی وغیرہ کتب خود پڑھائیں۔ شوال ۱۳۶۲ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا مگر آب و ہوا مرطوب ہونے کی وجہ سے بقرہ عید کے بعد والد صاحب مرحوم کے پاس فقیر والی ضلع بہاولنگر مدرسہ قاسم العلوم میں چلا گیا۔ حضرت والد صاحب مرحوم نے اسی سال مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی میں

دورہ حدیث کا افتتاح فرمایا تھا اور مولانا ظہور احمد صاحب دارالعلوم دیوبند کے استاذ بھی تشریف لائے تھے۔

احقر کا جلالین شریف کا سبق تو حضرت والد صاحب مرحوم کے پاس رہا باقی ہدایہ اخیرین، مشکوٰۃ شریف اور منطق وغیرہ کے سب اسباق مولانا ظہور احمد کے پاس ہوتے۔ سالانہ امتحانات کے لیے حضرت مولانا محمد شریف صاحب کشمیری مدظلہ دیوبند سے تشریف لائے، بحمد اللہ اچھے نمبروں پر کامیاب ہوا۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

شوال ۱۳۶۳ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ مطول وغیرہ علم معانی میں اور عقائد اور منطق فلسفہ وغیرہ کی کتابیں حضرت مولانا عبدالحق صاحب (حال اکوڑہ خٹک) مولانا فخر الحسن صاحب حال مدرس حدیث دیوبند، مولانا محمد جلیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھ کر اگلے سال دورہ حدیث شریف میں شامل ہو گیا۔

ترمذی شریف حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شروع کرادی تھی مگر پھر تین ماہ کی رخصت پر تشریف لے گئے تو حضرت مدنی کی جگہ تقریباً تین ماہ حضرت مولانا فخر الدین صاحب مراد آبادی سے ماہی امتحان تک ترمذی شریف اور بخاری شریف کا درس دیتے رہے، اس عرصہ میں ترمذی شریف کی کتاب الصلاة اور بخاری شریف کی کتاب العلم ختم ہو گئی تھی، حضرت مدنی نے واپس تشریف لا کر ترمذی شریف جلد اول اور بخاری شریف ہر دو جلد کی تکمیل فرمائی۔ ترمذی شریف کی جلد ثانی اور شمائل ترمذی حضرت شیخ الادب والفقہ مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائی۔ مسلم شریف، ابوداؤد شریف، نسائی شریف، طحاوی شریف، مؤطا امام مالک علی الترتیب حضرت مولانا بشیر احمد صاحب گلاؤٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا فخر الحسن صاحب مدظلہ استاذ الحدیث دیوبند، حضرت مولانا

عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک مدظلہ، حضرت مولانا عبدالخالق دارالعلوم کبیر والا ضلع ملتان، اور ابن ماجہ وموطا امام محمد دیگر اساتذہ سے پڑھیں۔

سالانہ امتحان میں امتیازی نمبر

امتحان سالانہ میں حسب ذیل نمبر حاصل کیے:

بخاری شریف ۵۰ مسلم شریف ۵۲ ابوداؤد شریف ۴۱ ترمذی شریف ۴۶
شمائل ترمذی ۵۰ نسائی شریف ۴۱ ابن ماجہ شریف ۴۷ طحاوی شریف ۴۲
موطا امام مالک ۴۷ موطا امام محمد ۵۰

تربیت باطنی اور سلوک

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مدرسہ خانقاہ میں تعلیم سے زیادہ تربیت اخلاق پر زور دیا جاتا تھا اور بات بات پر روک ٹوک کی جاتی تھی۔ اس لیے بچپن سے ہی اس سے واسطہ رہا اور عملی طور پر صغریٰ سے تربیت کا موقع ملتا رہا، اگرچہ اپنی ناقص استعداد کی وجہ سے کچھ حاصل نہیں کر سکا۔

زمانہ طالب علمی میں اگرچہ حضرت قدس سرہ عام طور پر بیعت نہیں فرمایا کرتے تھے، مگر بیعت کا جو مقصد تزکیہ اخلاق ہے وہ باحسن وجوہ تعلیم کے ساتھ ہی حسب استعداد حاصل ہوتا رہتا تھا۔ مگر اس ناکارہ کو بڑی اماں مرحومہ یعنی بڑی پیرانی صاحبہ کی سفارش پر بیعت میں شرکت کی اجازت چھوٹی عمر میں مرحمت فرمادی گئی تھی اور بیعت تبرک کا یہ شرف بھی حاصل ہو گیا تھا۔

حضرت تھانوی سے کسب فیض

چودہ سال کی عمر تک تو حضرت قدس سرہ کے زیر سایہ پابندی کے ساتھ خانقاہ کے مدرسہ میں رہنے اور تعلیم حاصل کرنے کی سعادت حاصل رہی اور حضرت قدس سرہ کی مجلس مبارک میں بیٹھنے اور ملفوظات سننے کا مسلسل موقع میسر آتا رہا۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک وعظ بڑے گھر میں ایک چھوٹے گھر میں ایک حضرت کی بھتیجی صاحبہ کے گھر اور ایک وعظ خانقاہ میں سنایا دے۔ یہ سب وعظ صبح کے وقت اشراق کے بعد ہوتے تھے۔ اس کے بعد اکثر و بیشتر دربار اشرفی میں حاضری اور صحبت کا شرف حاصل ہوتا رہا، جب حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی وفات ہوئی تو یہ احقر ۲۱ سال کی عمر کو پہنچ چکا تھا۔ اس بحر شریعت اور خضر طریقت کے زیر سایہ رہنے اور زمانہ دراز تک مسلسل مصاحبت و مجالست کی دولت و نعمت کے حصول کے باوجود افسوس ہے کہ اس ناکارہ کی مثال وہی ہوگئی کہ ”بارہ برس دلی میں رہے اور بھاڑ ہی جھونکا“۔ واقعی جب اپنی استعداد ہی ناقص ہو اور پھر عمل کی جگہ صفر ہو تو مرشد کامل اور خضر طریق کی صحبت سے بھی کچھ ہاتھ نہیں آتا، صحیح ہے یہ ناکارہ بھی۔

تہی دستان قسمت راجہ سودا زر ہبر کامل

خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

کا مصداق بن کر رہ گیا۔ البتہ حسب بشارت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم: ہم القوم الذین لایشقی جلیسہم۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا ہزار ہا شکر کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے قطب دوراں مجدد زماں حکیم الامت کے جلیس ہونے کی دولت سے نوازا اور صحبت مجلس میں باریابی سے مشرف و معزز فرمایا، امید ہے کہ بقول خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ع میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے

ان شاء اللہ محرومی نہیں رہے گی، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

حضرت مفتی حسن صاحب سے اصلاحی تعلق

حضرت حکیم الامت تھانوی کی وفات کا زمانہ میرا زیادہ تر تحصیل علم میں مشغولی کا زمانہ تھا، گو تربیت کا باضابطہ تعلق حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے قائم کر لیا تھا مگر تعلیمی مشغولیت کی وجہ سے حضرت مفتی محمد حسن صاحب سے خصوصی تربیت کا

موقع نہیں ملا اگرچہ والد مرحوم کی تربیت و نگرانی بجز اللہ حاصل تھی۔

حضرت مفتی محمد حسن صاحب چونکہ فنا فی الشیخ تھے اس لیے تجدید بیعت کی احقر کی درخواست پر تحریر فرمایا کہ:

”تم کو بیعت کی ضرورت نہیں۔“

البتہ اصلاحی تعلق کی اجازت دے دی، اس سلسلہ میں بعض خطوط ارسال کرنے کی نوبت آئی اور ایک مرتبہ لاہور حاضری پر بکمال شفقت دوازدہ تسبیح معمولہ مشائخ کی تعلیم بھی دی۔ بجز اللہ اس پر عمل کی توفیق ہوتی رہی۔

حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری سے اصلاحی تعلق

حضرت مفتی محمد حسن صاحب کے وصال کے بعد حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کے مشورہ سے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ ناظم آباد کراچی کی خدمت بابرکت میں پہلے بذریعہ عریضہ تجدید بیعت کی اور اصلاحی تعلق کی درخواست کی تو جواب میں تحریر فرمایا گیا:

”عزیزم سلمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کے والد صاحب سے میرے خصوصی تعلقات تھے، اصلاح کے لیے حالات لکھا کریں اور گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، حق تعالیٰ کی ذات حی اور قیوم اپنے بندوں کو ہر حال میں سنبھالنے کے لیے کافی و وافی ہے۔“

اور خط کے ذریعہ تجدید بیعت بھی فرمائی۔ پھر ایک ہفتہ کے لیے کراچی طلب فرمایا اور بڑی شفقت اور عنایت کا برتاؤ فرمایا، اس دوران قیام میں حضرت پھولپوری کے دست مبارک پر تجدید بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا۔

حضرت پھولپوری کی خصوصی شفقت

ایک دن کے کھانے کے بعد احقر نے کہلوایا کہ اپنے کھانے کا انتظام خود کر لوں

گا تو حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”ان کے والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے میرے بہت گہرے تعلقات تھے، اس لیے ان کو کہہ دیا جائے کہ کھانا میرے ساتھ ہی کھایا کریں۔“

چنانچہ ازراہ نوازش دونوں وقت کھانا میں اپنے ساتھ شریک فرماتے۔

پھر تربیتی خطوط کا سلسلہ شروع ہو گیا، حقیقت یہ ہے جس قدر مضبوط طریقہ پر حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے تربیت و اصلاح کرانے اور تربیتی خطوط لکھنے اور اصلاح حاصل کرنے کا موقع میسر آیا، ایسا موقع پھر کسی شیخ سے نصیب نہیں ہوا، فللہ الحمد۔ ان خطوط اصلاحیہ میں سے حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ ”اصول الوصول“ کے آخر میں کوئی بارہ خطوط شائع بھی کر دیے تھے۔ دوسرے خطوط شائع نہیں ہوئے مگر محفوظ ہیں۔

حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ ازراہ عنایت عریضوں کے جواب میں دعا بھی فرماتے اور ہمت افزائی اور بامراد ہونے کی بشارت بھی دیتے اور سلامت فہم کی خوشخبری سے بھی نوازتے، ایک عریضہ کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:

”الحمد للہ کہ آپ کے اندر فہم سلیم ہے۔“

یہ ناکارہ ہمیشہ ہمت افزا کلمات کو اپنے لیے باعث سعادت اور نیک فال سمجھتا رہا۔

علامہ ظفر احمد عثمانی سے اصلاحی تعلق

حضرت پھولپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشورہ سے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی کی طرف رجوع کیا۔ حضرت تھانوی نے استخارہ کرنے کا حکم فرمایا۔ استخارہ کے بعد آپ نے حضرت مولانا خیر محمد صاحب کو شیخ صحبت تجویز فرما کر اپنے سے اصلاحی تعلق کی اجازت دے دی، بحمد اللہ

اصلاحی خط و کتابت کا یہ سلسلہ جاری رہا، حضرت مولانا عثمانی کے بلانے پر ایک ہفتہ کے لیے ٹنڈوالہ یار بھی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت درس حدیث بخاری شریف میں بھی شرکت کا موقع میسر آتا رہا اور حضرت مولانا عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عنایات اور الطاف سے بے حد ممنون و مشرف ہوا۔

اجازت بیعت

حضرت مولانا مرحوم نے اس ناکارہ کو باوجود نااہلیت کے اجازت بیعت سے بھی مشرف و معزز فرمایا۔

اس دن کی مغرب کے بعد جس روز صبح کو واپسی کا ارادہ تھا حضرت مولانا مرحوم نے فرمایا کہ:

”اپنے وارد قلبی اور حضرات مشائخ کے ارشادات کی روشنی میں آپ کو بیعت لینے کی اجازت دیتا ہوں“۔

اس وقت تو ہیبت کی عجیب کیفیت طاری تھی کہ زبان سے کچھ عرض نہیں کر سکا، واپس آ کر سا ہیوال سے طویل عریضہ اس خدمت سے معذرت کا لکھا۔ حضرت مولانا مرحوم نے معذرت تو قبول نہیں فرمائی، مگر اختیار دے دیا کہ دل چاہے تو طالب کو بیعت کر لیا جائے، احقر نے اس اختیار سے ہی فائدہ اٹھالیا اور کسی کو بیعت نہیں کیا۔

حضرت مولانا مرحوم کی عنایتوں کا کہاں تک تذکرہ کروں اس کے لیے تو مفصل مضمون اور ایک بڑا دفتر درکار ہے، بس دعا ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کے حسن ظن کے موافق مسلمانوں کی دینی خدمت کرنے کی توفیق ہوتی رہے۔

ایک عظیم محسن و مربی

میرے سب سے بڑے محسن اور عظیم مربی مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ تھے۔ حضرت مفتی صاحب کی آمد و رفت تھانہ بھون میں کثرت سے رہتی

تھی، مہینہ مہینہ قیام بھی مع اہل خانہ کے ہو جاتا تھا اس لیے بچپن سے ہی حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور تعلق تھا، میرے والد صاحب مرحوم کے ساتھ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو اخوت و موَدّت کا جو تعلق تھا اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ کے ساتھ جو ہمیشہ اپنی اولاد کی طرح حسن سلوک رکھا اور مشفقانہ برتاؤ فرمایا اس کی تمام تر بنا ہی اسی حق اخوت کی ادائیگی تھی۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی شفقت و محبت

ایک والا نامہ میں حضرت مفتی صاحب ارقام فرماتے ہیں:

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ! عنایت نامہ پہنچا، یہ حقیقت ہے کہ انھی فی اللہ مولانا عبدالکریم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو تعلق تھا اس کا گہرا اثر آپ کے لیے اپنے قلب میں پاتا ہوں اور اسی لیے آپ سے عموماً ایسی بے تکلف گفتگو کر لیتا ہوں جیسی اپنی اولاد سے، اس کی فکر نہیں ہوتی کہ خفا ہو جائیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل میں ترقیاں لاتا ہی عطا فرماویں۔“

دوسرے والا نامہ مرقومہ ۱۰ صفر ۱۳۹۴ھ میں ارشاد ہے:

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ کی یاد آوری اور والد مرحوم کے تعلق کی وجہ سے احقر ناکارہ سے قلبی تعلق کی بڑی قدر ہوئی کیونکہ یہ کچھ صرف اللہ ہی کے لیے ہو سکتا ہے، عزیزم! یقین کرو کہ مجھے بھی آپ سے ایسی ہی محبت ہے جیسی اپنی اولاد سے ہوتی ہے مگر امراض اور سقوط قوی سے مجبور ہو گیا کہ خط لکھ کر دریافت خیریت کے بھی قابل نہ رہا، نگاہ جواب دے رہی ہے، داہنا ہاتھ بیکار ہوتا جا رہا ہے، مشکل سے کچھ حروف لکھتا ہوں۔ اگر کوئی ایسی صورت ممکن ہو کہ آپ اپنے مدرسہ کا انتظام کسی اور کے سپرد کر کے دارالعلوم میں آسکیں تو آخر عمر میں میرے لیے بڑی تقویت ہوگی مگر آنا اہل و عیال کے ساتھ ہو کہ بے

فکری سے رہ سکیں اس کا کوئی امکان ہو تو لکھیں، والسلام“۔

پھر ۳/۷/۹۴ھ کے والا نامے میں مقرر اسی خواہش کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا گیا:
”میرا وقت آخری ہے دل چاہتا ہے کہ اگر آپ کے لیے حالات سازگار ہوں
تو میری زندگی میں آپ یہاں آجائیں“۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے تعلق خاطر اور اس ناکارہ سے محبت و لگاؤ
کا اندازہ کرنے کے لیے یہ تحریر کافی ہے۔ مگر اس کوششی قسمت اور حرماں نصیبی کے سوا اور کیا
نام دیا جائے کہ حضرت مفتی صاحب کے حسب منشاء عمل کرنے سے قاصر رہا۔ ایک مربی
بزرگ اور مثل والد ایسے اصرار کے ساتھ بلائیں اور اپنی جسمانی معذوریوں اور ضعف کا
واسطہ دے کر اس کی طرف رغبت دلائیں پھر یہ کس قدر سنگدلی تھی کہ اس پر عمل نہیں کیا گیا۔
آج اس کو سوچتا ہوں تو حسرت کے ساتھ ندامت میں غرق ہو جاتا ہوں، رحمہ اللہ رحمۃ
واسعۃ وغفرلہ مغفرۃ ظاہرۃ و باطنۃ۔

دل پر پتھر رکھ کر جب حاضری سے معذرت کا عریضہ لکھا تو پھر بھی جواب میں کسی
تلخی، بے رخی یا سرزنش کی بجائے اسی سابقہ تعلق و محبت کا اعادہ فرمایا گیا۔
فرماتے ہیں:

”آپ کے خط سے حالات معلوم ہوئے، یقین فرماؤں کہ مجھے ہمیشہ سے آپ
کے ساتھ وہی تعلق رہا ہے جو اپنی اولاد کے ساتھ ہونا چاہئے، میرے محب محترم مفتی
عبد الکریم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعلق میرے ساتھ ایسی ہی اخوت کا تھا، اب رہا مدرسہ کا
معاملہ وہ ظاہر ہے کہ بغیر کسی انتظام کے اس کو نہیں چھوڑا جاسکتا، فالخیر فیما وقع ان شاء
اللہ، ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً، والسلام“۔

آخر میں آیت مبارکہ لکھ کر اظہار فرما دیا کہ سابق خیال اپنی جگہ قلب مبارک میں
بدستور قائم ہے اور تمنا ہے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کوئی صورت پیدا فرمادیں۔

چنانچہ اس کے بعد جب آخری سفر میں لاہور تشریف لائے اور احقر مع اہل و عیال زیارت کے لیے لاہور حاضر ہوا تو ملاقات کرتے ہی فرمایا کہ:

”ہم نے تو آپ کو کراچی بلایا تھا، آپ نے ساہیوال ہی میں پنچے گاڑ لیے۔“

اس نا فہم اور ناکارہ کی سمجھ میں تو اب تک بھی نہیں آیا کہ حضرت اس ناکارہ اور نا اہل سے کیا کام لینا چاہتے تھے، اور یہ نا اہل دارالعلوم کے کس کام کے اہل سمجھا گیا تھا، اپنا وجدان تو یہی ہے کہ ایسے اونچے اور ذمہ دار مدرسہ کے کسی کام کی بھی اہلیت اور صلاحیت اپنے اندر نہیں ہے، اگر جانا ہو جاتا تو یہ حضرت مفتی صاحب کے تصرف اور کرامت کا ظہور ہی ہوتا کہ یہ ظلم و جہول دارالعلوم کی مشین میں کسی پرزے کی جگہ فٹ ہو جاتا اور اس کے مناسب کوئی کام اس سے بن آتا ورنہ خود میں تو اتنی بھی ہمت نہیں ہوئی کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت ہی کر لیتا کہ میرے سپرد کیا خدمت ہوگی؟ کہ اس سوال میں بھی ایک گونہ اپنی اہلیت و قابلیت کا دعویٰ ہی ہوتا۔ بات کچھ نہیں تھی، نہ کوئی اہلیت تھی نہ کوئی قابلیت، بس حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قلب مبارک میں اپنی اولاد کی طرح ناکارہ کے ساتھ بے حد شفقت و محبت کا جذبہ موجزن تھا اس جذبہ سے حضرت والا بے اندازہ لطف و کرم سے پیش آتے تھے اور معمولی معمولی دینی خدمات پر حسن ظن کا اظہار فرما کر ہمت افزائی فرماتے رہتے تھے۔

اجازت بیعت و خلافت

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طرح کا ایک عطیہ بغیر استحقاق کے اپنی پوری نا اہلیت کے باوجود اجازت بیعت عطا فرمانے کا ہے۔ لاہور کے آخری سفر میں بوقت حاضری تجدید بیعت کا شرف حاصل ہو گیا تھا، اور تربیتی خطوط برائے ملاحظہ ارسال کرنے کے لیے فرمایا تھا، مگر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ضعف کے پیش نظر احقر نے اپنا مختصر حال متعلقہ تربیت لکھ کر بھیج دیا، اس پر حضرت مفتی صاحب نے

ارشاد فرمایا:

”بس اس مختصر سے بھی وہ مقصد حاصل ہو گیا جو خط و کتابت کے دیکھنے سے حاصل ہوتا۔“

کچھ دنوں کے بعد ایک لفافہ حسب ذیل مضمون کا آیا جس پر ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ کی تاریخ درج ہے:

”عزیز محترم مولوی عبدالشکور صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس وقت بے ساختہ یہ قلب میں وارد ہوا کہ بنام خدا تعالیٰ آپ کو بیعت و تلقین کی اجازت دے دی جائے، آپ اپنی اصلاح کی نیت سے اصلاح خلق کی خدمت شروع کریں تربیت السالک، تعلیم الدین، التکشف، التشریف وغیرہ کتب کو مطالعہ میں رکھیں اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔“

احقر نے اس کرامت نامہ کے بعد بہت مفصل عریضہ اپنی نااہلی اور آوارگی اور تاثر کے اظہار کے لیے ارسال کیا، اس کا ایک فقرہ یہ ہے:

”یہ ناچیز اس بار امانت و خدمت کا متحمل نہیں ہے اور بزرگوں کی طرف سے یہ بوجھ ڈالا جا رہا ہے، یہ خدا کی شان اور محض فضل و احسان ہے اس حیثیت سے کہ یہ عطیہ خداوندی ہے دو رکعت نماز شکرانہ کے طور پر ادا کرنے کی توفیق میسر آگئی۔“

اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے ارقام فرمایا:

”جو حالات پیش آئے وہی متوقع تھے، اور اس میں خیر ہے ان شاء اللہ۔“

حضرت مفتی صاحب کے خاص عطیات

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ ہمیشہ اپنی شفقت بزرگانہ سے اس ذرہ ناچیز کو سرفراز فرماتے رہے اور روحانی تربیت و عطیات کے ساتھ مادی اور مالی تعاون سے بھی نوازتے رہے۔

ایک کرامت نامہ میں ارقام فرمایا:

”امداد الفتاویٰ جلد پنجم تیار ہوا تو آپ یاد آئے، اس کا پیکٹ ڈاک سے روانہ کرنے کے لیے بنالیا تمام پتہ یاد تھا لکھ لیا، مگر یہ ذہن میں نہیں رہا کہ ضلع سرگودھا ہے یا لائل پور اس شبہ کی وجہ سے پارسل یونہی پڑا رہا، اب بحمد اللہ آخری جلد یعنی ششم ان شاء اللہ اسی ہفتہ میں تیار ہو جائے گی اس لیے دونوں جلدیں ساتھ روانہ کروں گا، والسلام۔“

اس نوع کا آخری عطیہ اپنی دو کتابیں ”میرے والد ماجد“ اور ”جواہر الفقہ“ ہر دو جلد بذریعہ ڈاک ارسال فرمانا یاد ہیں۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی عنایات کا کیا حال عرض کروں وہ اس ناکارہ کے لیے سراپا عنایات و کرم بنے ہوئے تھے اور ان کے الطاف ہمیشہ اس نالائق پر مبذول رہتے تھے۔

علمی خدمات

دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد اس ناکارہ نے کچھ عرصہ راجپورہ ریاست پٹیالہ کے مدرسہ میں تدریس کا کام کیا، اس کے بعد مدرسہ حقانیہ شاہ آباد ضلع کرنال میں مدرس ہو گیا۔ کنز، شرح جامی وغیرہ تک کتابیں پڑھائیں۔

تقسیم ملک کے بعد یکم فروری ۱۹۴۸ء سے ساہیوال ضلع سرگودھا میں قیام ہے، یہاں حسب استطاعت تعلیم اور وعظ و نصیحت کا کام کرتا رہا۔ قصبہ کی قدیم جامع مسجد میں مدرسہ قاسمیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا مگر ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں جیل میں ۳-۴ ماہ رہنے کی وجہ سے مدرسہ بند ہو گیا۔

تصنیف و تالیف

تصنیف و تالیف بھی نسبتاً ایک پائیدار دینی خدمت کا ذریعہ ہے اور مستقل علمی شعبہ ہے۔ ٹنڈوالہ یار کی حاضری سے قبل اس کی طرف چنداں توجہ نہیں تھی بس دو تین مختصر

مضمون ”الصدیق“ ملتان میں شائع ہوئے تھے۔ سب سے پہلا مستقل رسالہ کی شکل میں مواد جمع کرنے کی خدمت پر حضرت مولانا ظفر احمد صاحب قدس سرہ نے ہی مامور فرمایا اور اس شعبہ کی طرف متوجہ کیا۔ اس کے بعد تو حضرت والا کے فیض و توجہ کا اس قدر اثر ہوا کہ احقر کے قلم سے مختلف موضوعات پر مختصر و مفصل اتنی تعداد میں مضامین ظہور میں آئے کہ اس پر حیرانی اور تعجب ہوتا ہے کہ اس بے بضاعت اور ناکارہ کو تصنیف و تالیف کے شعبے میں اس قدر خدمت کیسے میسر آ گئی، یہ مولانا عثمانی کی کرامت ہی ہے کہ اب تک چھوٹے بڑے ۴۳ مضامین لکھے جا چکے ہیں۔ ان میں سے تقریباً ۲۵ طبع ہو چکے ہیں باقی غیر مطبوعہ مسودات کی شکل میں ہیں^(۱)۔ یہ محض حضرت مولانا عثمانی نور اللہ مرقدہ کا فیض علمی اور ہمت افزائی کا نتیجہ ہے۔

غرضیکہ یہ ناکارہ ان اکابر سلسلہ اشرفیہ کے ساتھ وابستگی اور تعلق کو اپنے حق میں بڑی خوش نصیبی اور ذریعہ سعادت سمجھتا ہے اور دین کی جو کچھ تھوڑی بہت سمجھ اور علم و عمل کی نعمت اور دولت حاصل ہے وہ انہی حضرات کے ساتھ نسبت کا فیض ہے۔ اب اس دعا پر اس حکایت لذیذ کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محض اپنے فضل و کرم سے اپنے ایسے ہی مقبول، برگزیدہ اور مقرب بندوں سے وابستہ رہنے اور ان حضرات سے نسبت و تعلق کے طفیل میں صحیح مسلک اہل سنت والجماعت کی اتباع اور خدمت کی توفیق مرحمت فرمائیں اور آخرت میں شفیع المذنبین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور اپنی رضا کی دولت سے سرفراز فرمائیں، آمین ثم آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

(۱) حضرت فقیہ العصر قدس سرہ سے اللہ تعالیٰ نے تصنیفی کام بھی بہت لیا، آپ کے چھوٹے بڑے، مطبوعہ و غیر مطبوعہ مضامین کی کل تعداد ساڑھے تین سو کے قریب ہے۔

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

یادگار واقعات (قسط ۴)

فقیر العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ
تھانہ بھون میں ایک علمی مجلس

حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ میں نے سب سے پہلے حضرت مدنی اور
حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی حضرت مولانا سجاد حسین بہاری کی زیارت تھانہ
بھون میں کی تھی یہ تینوں حضرات حضرت اقدس تھانوی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے
والد صاحب کی عمر اس وقت ۱۲ سال کے قریب تھی ان حضرات کی تشریف آوری ”حیلہ ناجزہ“
کے بعض مسائل پر گفتگو کیلئے ہوئی تھی حضرت جد امجد نے اس کا واقعہ حیلہ ناجزہ کے حاشیہ پر
تحریر فرمایا ہے حضرت مولانا سجاد بہاری کو حیلہ ناجزہ بغرض تصدیق بھیجی گئی تو انہوں نے
یصیر القاضی بتراضی المسلمین پر زور دیا اور پنچایت کی صورت کو بلا ضرورت مذہب
غیر کے اختیار کرنے کی وجہ سے صحیح قرار نہ دیا اس کے بعد ایک مکتوب گرامی بھی تحریر فرمایا اور
پھر خود تھانہ بھون تشریف لائے اس کی تفصیل حضرت جد امجد نے یوں تحریر فرمائی ہے:

”اس کے بعد ایک خط میں تقلد قضا من الکافر پر اشکال لکھ کر بھیجا کہ یہ خلاف ہے
نص قرآنی لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً کے، اس کا جواب یہاں سے
لکھا گیا کہ تقلد من الکافر ولایت سلطانیہ کی بنا پر نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نصب قاضی کا
فریضہ مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے وہ اس کو قوت تنفیذ ہاتھ میں نہ ہونے کے سبب ادا نہیں کر سکتے
مگر جب حکومت کافرہ نے کسی کو قاضی یا والی بنا دیا تو عدم قدرت کا مانع مرتفع ہو گیا لہذا اس کی
تعبیریوں کی جائے گی کہ سلطان یا والی کافر نے جو کسی کو عہدہ قضا وغیرہ سپرد کیا دراصل وہ سپردگی
اہل اسلام کی جانب سے ہے (جس پر عامہ مسلمین کا سکوت بھی دال ہو سکتا ہے۔ مولانا) اور

حکومت کافرہ صرف پیام رساں ہے اور اس منظوری و پیام رسانی کی شرط رفع مانع یعنی قوت تنفیذ حاصل ہونے کے واسطے ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حکومت کافرہ کی طرف سے جو تقرق قاضی کا ہوا ہو وہ تولیت قضا نہیں بلکہ تولیت قضا کی شرط ہے پس اس تقریر سے اہل اسلام پر کفار کی ولایت کا شبہ بحمد اللہ بالکل رفع ہو گیا فتدبر و تشکر۔ نیز یہاں کے جواب میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اس کی نظیر تقلد قضا من الباغی المستغلب ہے اور اس میں شمس الآئمہ نے یہی توجیہ کی ہے جو ابھی مذکور ہوئی ”عبارت شمس الآئمہ“ تتمہ رفاق کے حاشیہ میں مذکور ہے۔

بعد ازاں مولانا سجاد صاحب غالباً جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ میں تشریف لائے مولانا کفایت اللہ صاحب وغیرہ بھی ہمراہ تھے اس وقت بھی مولانا سجاد صاحب نے نصب القاضی من العامہ کو صحیح قرار دینے کی بہت سعی فرمائی اور تقلد قضا من الکافر پر اشکال مذکور کا اہتمام سے اعادہ فرمایا حضرت حکیم الامت مدظلہم نے احقر سے ارشاد فرمایا کہ غالباً یہاں سے کچھ جواب بھی تو لکھا گیا تھا احقر نے تتمہ امداد الاحکام جلد دوم میں تلاش کر کے وہ جواب سنایا جس میں ہر دو مسئلہ یعنی نصب القاضی من العامہ کی عدم صحت اور تقلد قضا من الکافر کی صحت پر کافی تقریر ہے اس کو سنتے ہی مولانا حسین احمد صاحب نے فرمایا کہ اس باب میں اب کوئی اشکال نہیں رہا مولانا کفایت اللہ صاحب نے اول تو اس فرمانے پر حیرت سے سوال کیا پھر مختصر مکالمات کے بعد خود بھی تسلیم کر لیا اس کے بعد احقر کو تکان ہو گیا ان دنوں احقر بیمار تھا اس لئے حضرت اقدس مدظلہم سے اجازت کیلئے عرض کیا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ وقت بھی کافی گزر چکا ہے اور ضروری گفتگو بھی ہو چکی اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو اشکالات ہوں ان کو قلم بند فرما دیا جائے ان میں اطمینان سے غور کیا جاوے گا اس پر ان حضرات نے چند سوالات تحریر فرما دیئے ان میں سے بعض کا جواب تو ہو چکا تھا اور بعض کو مدینہ منورہ بھیجنا مناسب خیال کیا گیا اور وہاں سے جواب آنے پر تتمہ کی شکل میں شائع کر دیا گیا ملاحظہ ہو فتاویٰ مالکیہ کے ختم پر عنوان الاستفتا بالمرۃ الخامسة“ (احقر عبد الکریم عفی عنہ)

حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ جب یہ حضرات خانقاہ میں تشریف لائے تو حضرت تھانوی نے مجھے فرمایا کہ اپنے ابا جی کو بلا کر لاؤ اور اپنا عصا دے کر فرمایا کہ وہ بیمار ہیں ان سے کہنا کہ اس کے سہارے آجائیں چنانچہ میں حضرت کا عصا لے کر والد صاحب کے پاس گیا اور انہیں حضرت کا ارشاد سنایا تو وہ عصا کے سہارے مجلس میں پہنچ گئے یہ سب حضرات مجلس میں تشریف فرما تھے سب کی پشت پر تکیہ موجود تھے مگر کسی نے بھی تکیہ استعمال نہیں کیا سب حضرات بلا تکیہ لگائے بیٹھے تھے والد صاحب چونکہ بیمار تھے حضرت نے جب زیادہ کمزوری محسوس فرمائی تو اپنے ہاتھ سے تکیہ والد صاحب کی طرف بڑھایا مگر انہوں نے تکیہ استعمال نہیں کیا کافی دیر تک یہ مجلس اسی طرح جاری رہی باوجود معاصر ہونے کے حضرت کے ساتھ ان حضرات کا غایت ادب و احترام ہم جیسوں کیلئے درس عبرت ہے۔

اس محفل کی گفتگو کا حاصل حضرت جد امجد کے حوالہ سے پہلے تحریر کر چکا ہوں حضرت والد صاحب بارہا بڑے شوق سے یہ واقعہ سنایا کرتے تھے اور فرماتے تھے اس محفل میں ان حضرات کی نشست و گفتگو کے انداز کا اب تک طبیعت پر اثر ہے معاصرین کے ساتھ اس طرح کا معاملہ اب بہت کم دیکھنے میں آتا ہے حضرت مولانا سجاد صاحب بہاری کی یہ اولین و آخرین زیارت تھی اس کے بعد پھر ان کی زیارت کا موقع نہیں ملا۔

تحفظ مدارس دینیہ

برطانیہ کے دور حکومت میں جب جبر یہ تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور مکاتب قرآنیہ کو حکماً توڑا گیا حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمستلوی مکاتب کی بحالی کیلئے دوڑ دھوپ کے دوران دہلی آئے ہوئے تھے ان کو وہاں اچانک خبر ملی کہ دہلی میں بھی مکاتب توڑے جا رہے ہیں اور اس وقت تک گیارہ مکاتب ٹوٹ چکے ہیں جن میں تقریباً ۲۵۰ طلبا تعلیم حاصل کرتے تھے حضرت تھانوی کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ کو اس کا بہت صدمہ ہوا آپ نے حفاظت مکاتب کی خاطر بہت کچھ دعاء کی اور حضرت مفتی عبدالکریم صاحب نے اس

سلسلہ میں جو فتویٰ سوال و جواب کی صورت میں مرتب کیا آپ نے اس کی بھرپور تائید فرمائی بعد ازاں اس کی تائید علماء دیوبند و سہارنپور اور میرٹھ سے حاصل کر کے الگ رسالہ کی صورت میں بھی اس کو شائع کیا گیا جس کا بے حد اثر ہوا ایک انجمن خادم القرآن بھی قائم ہوئی جس نے اس معاملہ میں بہت کوشش کی خدا کا شکر ہے کہ حضرت اقدس تھانوی کی برکت اور آپ کے مخلص معاونین کی برکت سے دہلی میں بھی بہت کامیابی حاصل ہوئی اور اس کے بعد کوئی مکتب نہ ٹوٹ سکا بلکہ ٹوٹے ہوئے مکتب بھی دوبارہ قائم ہو گئے اور دوسرے مقامات پر بھی اس سلسلہ میں بروقت کافی روک تھام ہو گئی۔

حضرت والد صاحب بارہا اس واقعہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اس سلسلہ میں حضرت والد صاحب نے تحفظ مکاتب قرآنیہ کیلئے جو سعی اور جدوجہد فرمائی تھی اس کے بارہ میں فرماتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ وہ میری نجات کا ذریعہ بن جائے گی۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث جناب مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ نے اس سے متعلق اپنی کتاب ”آپ بیتی“ میں جو واقعہ ذکر فرمایا ہے حضرت والد صاحب اکثر اس کو بھی سناتے تھے، سرگودھا کی آخری تقریر میں بھی آپ نے اس کو بیان فرمایا تھا یہ واقعہ بڑا دلچسپ اور تاریخی حیثیت کا حامل ہے آپ بیتی سے ہی پیش خدمت ہے۔

ایک تاریخی واقعہ

تقسیم سے پہلے انگریزوں کے زمانہ میں جبر یہ تعلیم کا بڑا زور تھا میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ اور حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ دونوں اس کے سخت مخالف تھے اور حضرت مدنی قدس سرہ اس کے موافق تھے حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے اپنے مدرسہ کے مفتی مولوی عبدالکریم صاحب گمٹھلوی مرحوم کو اسی کام پر لگا رکھا تھا اور ان کو چچا جان قدس سرہ کی ماتحتی میں دے رکھا تھا حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی اپنی مساعی جمیلہ تو ممبران

وغیرہ کے نام خطوط اور وفود کی تھی اس زمانہ میں ایک رسالہ اس ناکارہ نے قرآن عظیم اور جبر یہ تعلیم تالیف کیا تھا اور پچا جان و مولانا عبدالکریم صاحب کی مساعی اس کے خلاف جلسے وغیرہ کرنے کی تھی جگہ جگہ جلسے کرایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ یہ دونوں دوپہر کے وقت تشریف لائے کھانے کیلئے دسترخوان بچھ چکا تھا پچا جان نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس ایک کام کیلئے آئے ہیں میں نے عرض کیا کہ ارشاد فرماویں فرمایا کہ دہلی میں ایک بہت بڑا جلسہ جبر یہ تعلیم کے خلاف کرنا ہے اور حضرت مدنی کی صدارت میں کرنا ہے تجھے دیوبند جانا ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ ضرور لیکن حفظ کا استثناء تو میری سمجھ میں آتا ہے ناظرہ کا سمجھ میں نہیں آتا اس لئے کہ حفظ پر تو دوسرے کام سے ضرور اثر پڑتا ہے لیکن ناظرہ میں کچھ تاخیر ہو جاوے اور اس کے ساتھ وہ لوگ اردو حساب بھی پڑھ لیں تو اس میں آپ کا کیا حرج ہے؟ پچا جان نے فرمایا کہ مناظرہ مت کرو چلو میں نے عرض کیا کہ وہاں تو مجھے ہی بولنا پڑے گا پہلے کچھ سمجھ تو لوں مولوی عبدالکریمؒ نے فرمایا کہ حضرت تھانوی نے دونوں کا استثناء کرنے کیلئے فرمایا ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت تھانوی کون بزرگ ہیں کہاں رہتے ہیں؟ یہ سنکر ان کا چہرہ غصہ سے لال ہو گیا یہاں سے اٹھ کر پچا جان سے کہنے لگے اس کے تو عقائد خراب ہو گئے ہیں پچا جان نے انہی کے سامنے مجھے یہ فقرہ سنایا میں نے کہا تعجب ہے مولوی صاحب آپ اتنے اونچے ہو کر بھی یہ بات نہ سمجھے حضرت تھانوی زاد مجدہم کا ارشاد میرے اور آپ کیلئے حجت ہے لیکن جن سے بات کرنے جا رہے ہوں ان کی حیثیت تو معاصر کی ہے اور لیگ و کانگریس کی وجہ سے آپس کے تعلقات جیسے ہیں وہ آپ کو معلوم ہیں اور مجھے بھی ان کیلئے یہ چیز حجت نہیں بنے گی کہ مولانا تھانوی نے فرمایا ہے کوئی دلیل بتلاؤ جو ان کو سمجھائی جاوے اتنے میں گاڑی کا وقت ہو گیا اور ہم لوگ ۲ بجے والی سے دیوبند گئے پچا جان آگے آگے ان کی بانیں جانب ذرا پیچھے کو میں اور میری بانیں طرف پچا جان کے پیچھے مولوی عبدالکریم صاحب، حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے دروازے پر جب پہنچے تو

حضرت اپنے مردانہ مکان کی سہ دری سے باہر تشریف لا رہے تھے ملاقات پر بہت ہی اظہار مسرت کے ساتھ مجھ سے فرمایا کہ دہلی سے آرہے ہو؟ میں نے عرض کیا یہ حضرات سہارنپور سے آرہے ہیں اسی گاڑی سے دہلی سے آئے تھے اور مجھے ساتھ لے کر بارگاہ عالی میں حاضر ہوئے ہیں بہت تیز لہجے میں فرمایا کیا حکم ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ لوگ دہلی میں ایک بہت بڑا جلسہ حضور کی صدارت میں جبر یہ تعلیم کے خلاف کرنا چاہتے ہیں، غصہ آ گیا فرمایا کہ میں ہرگز صدارت نہیں کروں گا تم لوگ سب کو جاہل رکھنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا حضرت جی آپ ساری دنیا کو عالم بنادیں ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ جو قرآن پاک پڑھ رہے ہیں ان کو جبراً نہ لیں حضرت نے کھڑے کھڑے فرمایا کہ قرآن پاک کا انتظام آپ لوگ خارج وقت میں کریں قرآن شریف کا بہانہ کر کے یہ لوگ تعلیم سے ہٹ جاتے ہیں میں نے عرض کیا تشریف تو رکھے بیٹھ کر بات کریں گے کمرے میں تشریف لے گئے میں نے عرض کیا کہ خارج اوقات میں حفظ قرآن کیسے ہو سکتا ہے سارے دن محنت کر کے بھی مشکل سے ہوتا ہے فرمایا کہ میں نے تو جیل میں یاد کیا تھا، میں نے عرض کیا کہ آپ یہی ریزولیشن پاس کر دیجئے کہ جس کو قرآن پاک حفظ کرنا ہے وہ جیل میں چلا جائے اس پر ہنس پڑے میں نے عرض کیا کہ حضرت جلسہ تو ہوگا اور جناب کی صدارت میں ہوگا۔ اللہ جل شانہ بہت ہی بلند درجات عطا فرمائے ان کی شفقتیں محبتیں یاد کر کے رونے کے سوا کیا ہو سکتا ہے ایسا خوش دلی سے استقبال فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ کیا اسی گاڑی سے چلنا ہے؟ میں نے عرض کیا ابھی نہیں ابھی تو آپ سے منظوری لینی ہے اور ڈائری میں تاریخ لکھوانی ہے اس کے بعد یہ لوگ دہلی جا کر جلسے کا انتظام کریں گے حضرت نے ڈائری نکالی اور اس میں مولانا الیاس صاحب کا جلسہ نوٹ فرمالیا اور تاریخ بتلادی اس کے بعد پھر جوش میں فرمانے لگے میں حفظ کا استثناء تو کہوں گا مگر ناظرہ کے استثناء کی کوئی وجہ نہیں میں نے عرض کیا کہ مضمون کی آپ پر کوئی پابندی نہیں جو چاہے آپ ارشاد فرمائیں چچا جان نے کچھ بولنا

چاہا میں نے کہا کہ نہیں یہ واقعی ہے کہ آپ پر مضمون میں کوئی پابندی نہیں، چاہے آپ یہی فرمادیں کہ جس کو حفظ کرنا ہے وہ جیل میں جائے۔ قرار یہ پایا کہ فلاں تارتخ کو چار بجے کے ایکسپریس سے یہ ناکارہ سہارنپور سے سوار ہوگا اور اسی گاڑی سے دیوبند سے حضرت مدنی سوار ہوں گے اور نو بجے رات کو دہلی میں جلسہ ہوگا جب دہلی کے پلیٹ فارم پر پہنچے تو سارا پلیٹ فارم لوگوں سے بھرا ہوا تھا شیخ الاسلام زندہ باد، جمعیت علماء زندہ باد، کانگریس زندہ باد کے نعروں سے پورا اسٹیشن گونج رہا تھا اور میں سارے راستے یہ سوچتا چلا گیا کہ اگر حضرت نے حفظ کے عدم استثناء کا اعلان کر دیا تو اور مصیبت آجائے گی اسٹیشن پر مجمع کے درمیان میں حضرت الحاج مفتی کفایت اللہ صاحب بھی موجود تھے ان کو دیکھ کر میرا دل خوش ہو گیا اس لئے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس سیہ کار کی بات کی بہت ہی وقعت تھی اس لئے کہ بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں مرتبہ دارالعلوم دیوبند کی شوری کی ممبری میں، جمعیت کے مشوروں میں وقف بل کے مسئلے میں اس کی نوبت آئی کہ جب میری رائے مفتی صاحب کے خلاف ہوئی یا تو انہوں نے میری رائے خوش دلی سے قبول فرمائی یا بڑی فراخ دلی سے یہ لکھ دیتے کہ بعض مخلص اہل علم کی رائے یہ ہے، وقف بل کے مسودے میں بھی یہ لفظ میری رائے کے ساتھ بغیر نام کے چھپا ہوا ہے اتفاق سے مفتی صاحب اسی ڈبے کے قریب تھے جس میں یہ ناکارہ اور حضرت مدنی تھے، حضرت مدنی قدس سرہ تو استقبال والوں کے مصافحے میں ایسے پھنسے کہ کوئی حد نہیں اور چاروں طرف سے مجمع ان پر گرنے لگا اور میں نے مفتی صاحب کو بہت ہی غنیمت سمجھا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچ لیا اور میں نے عرض کیا کہ استثناء ناظرہ اور حفظ دونوں کا کرنا ہے اور یہ حضرت حفظ کیلئے تو تیار ہیں مگر ناظرہ کو نہیں مانتے۔ مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہنے لگے کہ نہیں استثناء تو دونوں ہی کا ہونا چاہئے میں نے بھی کہا کہ ہاں بغیر اس کے کام نہیں چلے گا جلسے میں جا کر تقریر شروع ہو جائے گی راستہ میں ہی نمٹ لیں، حضرت مدنی قدس سرہ کی عادت شریفہ تھی جس کا بار ہا مشاہدہ خود بھی کیا کہ مفتی صاحب کی بات

حضرت کے یہاں بہت وقیع اور اہم سمجھی جاتی تھی بارہا میں نے دیکھا کہ حضرت نے اپنی رائے پر مفتی صاحب کی رائے کو ترجیح دی مفتی صاحب میرے کہنے پر آگے بڑھے اور میں ذرا فصل سے پیچھے پیچھے کہ حضرت کی نظر مجھ پر نہ پڑے اور یہ نہ سمجھیں کہ یہ کہلو رہا ہے۔ مفتی صاحب نے اسٹیشن کے زینے پر حضرت کے قریب ہو کر کان میں یہ کہا کہ حضرت استثناء حفظ اور ناظرہ دونوں کا کرنا ہے۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اگر کسی نے بات کرتے ہوئے دیکھا ہوگا تو اس کو اندازہ ہوگا کہ کس طرح گردن ہلا کر بات فرمایا کرتے تھے۔ میرے سامنے تو وہ منظر خوب ہے حضرت نے نہایت جوش میں فرمایا کہ نہیں ناظرہ کے استثناء کی کوئی وجہ نہیں مفتی صاحب نے فرمایا کہ حضرت پہلے چند پارے ناظرہ پڑھ کر ہی تو حفظ میں لگتے ہیں جب وہ ناظرہ میں اور کام میں لگ جائیں گے تو پھر ان کو حفظ کا وقت کب ملے گا حضرت نے فرمایا کہ بہت اچھا سیدھے جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے جلسہ کی شروعات بہت پہلے سے ہو چکی تھیں سیدھے ممبر پر تشریف لے گئے اور جاتے ہی وہ زوردار تقریر اپنی مہربان گورنمنٹ کے خلاف کی کہ لطف آ گیا اور کہا کہ ہمارے دین کو برباد کرنا چاہتی ہے اور ہمارے قرآن کو ضائع کرنا چاہتی ہے اس کو ہمارے مذہب میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے ہم اپنے قرآن پاک کی تعلیم کو کسی طرح ضائع نہ ہونے دیں گے ناظرہ کا بھی استثناء کرنا ہوگا اور حفظ کا بھی استثناء کرنا ہوگا چچا جان بہت ہی حیرت اور سوچ میں یہ سمجھے کہ راستہ میں کوئی گفتگو مجھ سے ہوئی ہوگی غرض بہت زوردار جوش و خروش گورنمنٹ برطانیہ کو گالیاں دے کر اور ایک ریزولیشن قرآن پاک کی تعلیم خواہ حفظ کی ہو یا ناظرہ کی ہو جو یہ تعلیم سے مستثنیٰ ہونا نہایت ضروری ہے تقریباً ڈیڑھ بجے تک جلسہ اور اس کے بعد مختصر سا کھانا نوش فرما کر علی الصباح دیوبند تشریف لے آئے اور آ کر بخاری کا سبق پڑھا دیا بعد میں چچا جان نے مجھ سے پوچھا کہ تمہاری کوئی گفتگوریل میں ہوئی ہوگی میں نے کہا بالکل نہیں۔ (آپ بیتی ص ۱۴۸)

ع۔ن۔ت

تعارف کتب

نام کتاب: اسلامی آداب زندگی تالیف: حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

ناشر: ادارۃ القرآن ٹرسٹ نزد مسجد امیر حمزہ جلمہ جیم میلسی و ہاڑی صفحات: ۹۶

زیر نظر رسالہ میں مسلمانوں کو ان آداب سے آگاہ کیا گیا ہے جو عقلاً و شرعاً لازم ہیں۔ یہ رسالہ تین مضامین کا مجموعہ ہے: (۱) حقوق الاسلام جس میں اللہ تعالیٰ اور والدین کے حقوق ذکر کیے گئے ہیں۔ (۲) آداب معاشرت اس میں مسلمانوں کے باہمی لین دین اور معاشرتی زندگی کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔ (۳) اغلاط العوام اس میں ان غلط عقائد کی نشاندہی کی گئی ہے جو مسلمانوں میں رائج و مشہور ہیں۔ یہ کتاب انتہائی افادیت کی حامل ہے، امید ہے کہ قارئین اس کی قدر فرمائیں گے۔ یہ کتاب ۵۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر حاصل کی جاسکتی ہے۔